ہفت روزہ

8/18

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) حدیث، کنت نبیًا و اٰدم بین الماء و الطین۔ اس حدیث کی مراد صرف یہ سمجھی جاتی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم حاصل تھا، مگر اس میں آپ کی کیا خصوصیت ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو اسی طرح حاصل تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا۔

اس تحقیق کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ رُوح سے پہلے نبوت سے نوازا جا چکا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے کسی کمال کے افاضہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی وہ عالمِ وجود میں آنے کے بعد افاضہ کرتی ہے اور کبھی وجود سے پہلے عالمِ ارواح ہی میں اس کمال سے نواز دیتی ہے، جس کا ظہور قالبِ انسانی میں مقدر ہو چکا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کمال کا علم اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کو یکساں ہوتا ہے۔ ہاں مخلوق کو پہلی صورت کا علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ کمال اس کے مشاہدے میں آ جائے، اور دوسرے کمال کے علم کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ کوئی مخبرِ صادق اس کی خبر دے دے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ کمالِ نبوت آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے پائے تھے اور اسی وقت انبیاء علیہم السلام سے آپ کے لیے ایمان و نصرت کا عہد بھی لے لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی رسالتِ عامہ ان کو بھی شامل ہے۔ اِس لحاظ سے سب سے پہلے نبی آپ ہوئے مگر چونکہ جسدِ عنصری کے لحاظ سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے۔ اس لیئے آپ آخر الانبیاء بھی کہلائے مگر اس معنی سے نہیں کہ آپ کو نبوت سب سے آخر میں ملی ہے بلکہ اِس معنی سے کہ آپ کا ظہور سب کے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصبِ نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد، چالیس سال کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد، کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ اگر ایک شخص اپنی لڑکی کی شادی کے لیے کسی کو وکیل بناتا ہے تو بلاشبہ یہ وکالت صحیح ہے اور اسی وقت سے اس کو تصرّف کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ لیکن اس تصرف کا ظہور اس پر موقوف ہے کہ پہلے کہیں اُسے کفو ملے تو وہ شادی کرے۔ بعض مرتبہ مدتوں کفو نہیں ملتا اور اس وکالت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ شخص وکالت سے موصوف نہیں یا اس کو اس سے پیشتر تصرّف کا حق حاصل نہیں۔ اسی طرح آپ کی نبوت کا معاملہ سمجھنا چاہیے۔ یہاں جسم عنصری کی شرط صرف تصرفاتِ نبوت کے ظہور کے لیے ہے، نفسِ منصبِ نبوت کے لیے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ کسی حکم کا کسی شرط سے تعلق دو طرح پر ہوتا ہے کبھی فاعل متصرف کے اعتبار سے کبھی محل قابل کے لحاظ سے یہاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے جسمِ عنصری کی شرط فاعلِ متصرف کی طرف سے نہ تھی کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو منصبِ نبوت سے عالم ارواح ہی میں سرفراز کر دیا تھا۔ جسمِ ناسوتی کی شرط تھی تو صرف اس لیے تھی کہ مبعوث الیہم میں جسم کے بغیر استفادہ کی قابلیت نہ تھی۔ تصرفاتِ نبوۃ یعنی احکامِ الٰہیہ کی تبلیغ اس پر موقوف تھی کہ آپ جسمِ عنصری میں تشریف لا کر ان سے خطاب کریں۔ کلامِ الٰہی انھیں سنائیں اور سمجھائیں اگر مخاطبین میں ان امور کی اس سے قبل صلاحیت ہوتی تو وہ کمالِ نبوت کا اس سے قبل بھی ادراک کر لیتے اس لیے قالبِ انسانی کی شرط یہاں نفسِ نبوت کے لیے نہیں بلکہ قصورِ مخاطبین کے لحاظ سے تھی۔

خفاجی کو تقی سبکی کی اس رائے سے اختلاف ہے وُہ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں آپ کا یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ صرف تعظیم و توقیر، عظمت و نصرت کے عہد سے اتنا اہم علاقہ ثابت نہیں ہو سکتا ہمارے نزدیک اس کے خلاف پر جو وجوہات انھوں نے قائم کیے ہیں اس کا جواب ممکن ہے مگر احتیاط یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس بحث سے سکوت اختیار کیا جائے۔ نہ تو اس کا دعوٰی کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس سے انکار کرنے کی حاجت۔ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے صرف آپ کی سیادت و قیادت کا اعتقاد کافی ہے اب یہ بحث کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی یہ سیادت اسی درجہ کی تھی جس درجہ کی اس امت کے لیے غیر ضروری بحث ہے۔ علامہ خفاجی کو سبکی کی دوسری بحث بلاکسی اختلاف کے تسلیم ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت سب سے پہلے عالم ارواح ہی میں مرحمت ہو چکا تھا اور اس حدیث کا منشاء صرف یہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم تھا۔ یہ ایک بدیہی اور غیر مفید سی بات ہے۔ شیخ اکبرؒ نے اس مضمون کو بڑی رنگینی سے ادا کیا ہے، اس کا نقل کرنا موجب طوالت ہے۔ اہلِ علم کی ضیافتِ طبع کے لیے یہاں صرف چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں

الا بابی من کان ملکًا وسیدًا
و اٰدم بین الماء والطین واقف

سُن لو میرے ماں باپ اس پر قربان جو اس وقت بادشاہ اور سردار بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب گِل کے درمیان ہی پڑے ہوئے تھے۔

فذاک الرسول الابطحی محمد
لہٗ فی العلی مجد تلید و طارف

یہ وہی مکّی رسُول ہیں جن کا نام نامی محمدؐ ہے اور جن کو ہر قسم کی نئی پُرانی بزرگیاں حاصل ہیں۔

اتی بزمان السعد فی اٰخر المدیٰ
و کانت لہٗ فی کل عصرٍ مواقف

آپ کی آمد مدتوں بعد ایک خوش بخت زمانہ میں ہوئی، مگر آپ کی شہرت ہر دَور میں رہی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ
پاکستان و ہندوستان
سالانہ: گیارہ روپے
ششماہی: چھ روپے
سہ ماہی: تین روپے
فی پرچہ: ۲۵ پیسے

سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ
ملایا۔ ہانگ کانگ، انگلینڈ
:- سالانہ :-
عام ڈاک سے :- ۱۸،۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے :- ۲۴،۵۰ روپے
امریکہ :- عام ڈاک سے ۲۴ روپے ہوائی ڈاک سے ۴۳،۸۰ روپے بیرونی ممالک کے لیے چھ ماہ سے کم میعاد کے لیے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

جلد	۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء	شمارہ
۸		۱۸

درس عبرت

قانونِ خداوندی ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ زمین ہو یا آسمان، ہوا ہو یا پانی ہر چیز اُسی کے تابع ہے۔ بقاصرف اسی ذات وحدہٗ لاشریک کو ہے اور اُس کے علاوہ ہر چیز آغوشِ فنا میں جانے والی:

كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

نادان ہیں وہ لوگ جو اُس سے غافل ہو کر موت کی یاد دل سے نکال دیتے ہیں اور احمق ہیں وہ بنی نوعِ انسان جو جزا وسزا کے منکر ہیں۔

یہ اُس کا حلم ہے کہ فرعون کو پانچ سو سال تک مہلت دیدے۔ قوم نوح کو ساڑھے نو سو سال تک نہ پوچھے اور باوجود قادرِ مطلق ہونے کے نافرمانوں اور سرکشوں کو ڈھیل دیتا جائے۔ چنانچہ بعض فرشتے اُس کی حمد وثنا کے ترانے ان الفاظ میں گاتے ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حِلْمِهٖ مَعَ عِلْمِهٖ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى عَفْوِهٖ مَعَ قُدْرَتِهٖ

حمد و ثنا ہے اُس رب حلیم کی کہ جو علم کلی کے باوجود (سرکشوں کو) ڈھیل دیتا ہے۔ تمام تعریفوں کے لائق ہے وہ وجود قادر و توانا کہ جو قدرتِ کاملہ کے باوصف درگذر فرماتا ہے۔

لیکن جب غضب میں آئے اور گرفت کرے تو کائناتِ انسانی کو آنِ واحد میں نہس نہس کرکے رکھ دے۔ سربفلک ایوانوں کو پیوندِ زمین کر دے۔ محلاتِ شاہی کو کھنڈرات میں تبدیل کر دے۔ اور بستیاں شہر خموشاں کا منظر پیش کرنے لگیں۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (بے شک تمہارے رب کی پکڑ بڑی ہی شدید ہے)

کون ہے جو اُس سے جرأت سوال کرے؟ اور کس میں ہمت ہے کہ اس کی بارگاہِ جلال میں دم مار سکے؟

ہمیں مشرقی پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں نے یقیناً خون کے آنسو رلائے کہ ہمارے برادرانِ وطن اور ملی بھائیوں پر آفات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اور یہ خبر بھی ہمارے لئے صدمۂ جانکاہ سے کم ثابت نہ ہوئی کہ خوفناک زلزلے نے ہمارے حلیف اور عزیز ترین دوست ایران کے خرمنِ عافیت کو برقِ خاطف بن کر ایک منٹ کے قلیل عرصے میں خاکستر بنا کے رکھ دیا۔ ہمیں اپنے بھائیوں سے انتہائی ہمدردی ہے اور ہم بارگاہ رب العزت میں نہایت ہی خضوع وخشوع سے دست بدعا ہیں کہ وہ ان کی مشکلات کو حل فرمائے اور سکون و عافیت کی دولت سے مالامال کرے۔ تاہم اس سے کسی فردِ بشر کو مجالِ انکار نہیں کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اُسی قادر و توانا رب العالمین کی حکمت کاملہ و بالغہ کے تحت اور اُسی کے منشاء سے ہوتا ہے۔

بے شک مادیت زدہ اذہان اور مادہ پرست قومیں ظاہری اسباب و علل پر نظر رکھتی ہیں۔ اور سیلاب و زلزلے اور طوفان و آندھی ایسی آفاتِ سماویہ کی مادی توجیہات کرتی ہیں۔ لیکن اسلام کا نقطۂ نظر اس سے قطعی مختلف ہے۔ خدا کا کلام صاف طور پر واضح کرتا ہے کہ سیلاب، آندھیاں، زلزلے اور طوفان اللہ عزوجل کے عذاب ہی کی مختلف شکلیں ہیں، جو انسانوں پر سرکشی و نافرمانی کے نتیجے میں نازل کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یا تو نافرمانی کی عبرت ناک سزا دینا ہوتا ہے یا بندوں کو خوابِ غفلت سے جھنجھوڑنا۔ اور اس سے بچنے کا طریق ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ انسان اللہ جل شانہٗ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور عبدیت و فرمانبرداری کی زندگی گذاریں۔ اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور اُس کے رسولؐ کی تابعداری کو شعار بنائیں۔

اگر سوچا جائے تو ہماری حقیقت ہی آخر کیا ہے، خداوند قدوس کے سامنے تو ساری کائنات کی حیثیت پرِکاہ سے زیادہ نہیں۔ مادی تدابیر تمام کی تمام دھری رہ جاتی ہیں، لیکن امرِ خداوندی اٹل ہے اور ناقابلِ تبدیل۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ (خوش نصیب ہے وہ شخص جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے)

اگر آج ایران میں ستر ہزار اشخاص زلزلے کا شکار ہو گئے ہیں اور ہزارہا اشخاص کی زندگیاں اور املاک مشرقی پاکستان میں سیلاب کی نذر ہوئی ہیں تو یہ مصیبت عظمٰی صرف ایران اور پاکستان کے لیے ہی درسِ عبرت نہیں بلکہ تمام عالمِ انسانیت کے لیے درسِ عبرت ہے۔

ہمیں چاہیے کہ بارگاہِ ایزدی میں نہایت خضوع وخشوع سے گڑگڑا گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں، اس کے حضور سجدہ ریز ہو کر آفات و بلیات سے پناہ مانگیں اور فکر آخرت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں کہ وہی مشکلیں آسان کرنے والا اور عذاب سے حفاظت میں رکھنے والا ہے۔

مضطر گجراتی۔ بی اے

قرآن حکیم

من جانبِ رحمٰن ہے قرآن کی تنزیل
اترے تھے مگر لے کے اسے حضرت جبریل

قرآن نے دی عصمت مریم پہ گواہی
قرآن نے کی صحت توریت و اناجیل

مذہب سے ہم آہنگ کیا اس نے خرد کو
ممکن ہے اسی نور سے عرفان کی تحصیل

آثارِ زمینی میں یہ رکھتا ہے توازن
اجرامِ سماوی میں بھی فرماتا ہے تعدیل

تحریف سے محفوظ ہے چودہ سو برس سے
ہوگا نہ ہوا شوشہ تک اس کا کبھی تبدیل

احکام و بیانات میں اک ربط دلآویز
الفاظ و عبادات میں تکثیر نہ تقلیل،

ارشاد کا اسلوب حکیمانہ سراسر
تفہیم کا انداز بہ پیرایۂ تمثیل،

الحمد سے والنّاس تک اک جلوۂ تقدیس
آغاز سے انجام تک اک نغمۂ تحلیل

روحوں کی زمیں جس سے ہو سیراب وہ چشمہ
ذہنوں کے جہاں جس سے منوّر ہوں وہ قندیل

ایجاز و بلاغت وہ کہ اعجاز ہی اعجاز
اجمال وہ دلکش کہ فدا جس پہ ہو تفصیل

نازل ہوا آسان زبانِ عربی میں
ارشادِ خدا ہے کہ پڑھو اس کو بہ ترتیل

یہ نور ہے، حکمت ہے، ہدایت ہے، شفا ہے
اس ضمن میں درکار ہے توجیہہ نہ تاویل

عالم کو دیا صورتِ اکمل میں اسی نے
وہ دین کہ لائے تھے براہیمؑ و سمٰعیلؑ

انسان کے اخلاق کی تعمیر کی خاطر
چھوڑا نہ کوئی اس نے سبب تشنۂ تکمیل

انسان کو جو وارثِ کونین بنا دیں،
اس دین سے ہوتی ہے ان اعمال کی تشکیل

پوچھ اس سے مہ و انجم و خورشید کے اسرار
یہ راہ نہ توریت دکھاتی ہے نہ انجیل

فہم اور تدبّر سے جو خالی ہو تلاوت
رکھتی ہے دل و ذہن کو بیگانۂ تعمیل

اقوام کے اعمال و نتائج سے خبردار!
اللہ کی سنت کبھی ہوتی نہیں تبدیل

جو تارکِ قرآن ہیں ان کے لیے مضطر
عقبےٰ میں بھی رسوائی ہے، دنیا میں بھی تذلیل،

خطبہ یوم الجمعہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ، ۷ ستمبر ۱۹۶۲ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ .... تا .... وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

تاریخ کائنات کا عظیم کارنامہ

جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا
عبید اللہ انور
مدظلہ

زمانہ گواہ ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے اور کائنات ارضی کا ذرّہ ذرّہ شاہد عدل ہے کہ جن اشخاص نے سورۂ عصر میں بیان کردہ چار اصول ایمان، اعمال صالحہ۔ وتواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو مشعل راہ بنایا زندگی میں کامیاب وکامران رہے۔ جن جن اقوام نے ان اصول اربعہ کو اپنایا اور ان کی روشنی میں زندگی کے خطوط معین کئے وہ دنیا میں سربلند و سرفراز رہیں اور منزل مقصود نے ہمیشہ ان کے قدم چومے پھر جن جن افراد اور جن جن ملل نے ان اصولوں سے انحراف کیا، روگردانی کی وہ کبھی منزل کی گرد کو بھی نہ پاسکیں۔ اور صفحۂ ہستی سے یوں مٹا دی گئیں جیسے ان کا کوئی نشان ہی نہ تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اقدس کو لے لیجئے کہ جب آپ نے توحید خداوندی کا اعلان کیا اور جن حالات میں فاران کی چوٹیوں سے آوازۂ حق اٹھایا کون کہہ سکتا تھا کہ یہ آواز اقصائے عالم میں پھیلے گی اور دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ اس پر پروانہ وار لبیک کہیں گے لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ آواز نہ پہنچی ہو اور وہاں کے رہنے والوں کے قلوب و ارواح کی دنیا اس نے بدل کر نہ رکھ دی ہو۔

محترم حضرات! کیا یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ نہیں کہ آپ نے سخت سے سخت اور شدید سے شدید تر دشمنوں کو چند ہی سال میں اپنا گرویدہ ہی نہیں بلکہ جاں نثار دوست اور فداکار خادم بنا لیا! وہ جو کل تک جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، جنہوں نے ایسی ایسی سفاکیاں کی تھیں۔ اور ظلم وستم کے وہ وہ پہاڑ توڑے تھے کہ جنہیں دیکھ کر انسانیت لرز اٹھے اور تہذیب و شرافت کانپنے لگے وہ بے دام کے غلام بن گئے۔ وہ جنہوں نے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا اور آپ کے سر کے عوض انعام مقرر کر رکھا تھا آپ کے خون کی جگہ پسینہ بہانے والے اور اسے سعادت دارین سمجھنے والے بن گئے

اور یہ فخر ہم گناہگاران امت محمدؐی ہی کو حاصل ہے کہ وہ سورۂ عصر میں بیان کردہ اصول اربعہ کے مبلغ اعظم اور پیکر کامل و اکمل ہمارے آقا و مولا نے انہیں اصولوں اور اللہ کے فضل سے ایسے ایسے دشمنوں کو نہ صرف رام کر لیا بلکہ انہیں اپنا جاں نثار اور فداکار بنا لیا۔

تاریخ کے صفحات الٹئے تو صاف دکھائی دے گا کہ ابوسفیان کا نام اسلام کے نام کے ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ایسی خصوصیت رکھتا ہے۔ کہ قیامت تک علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک پورے اکیس سال ابوسفیان اسلام اور داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا سخت اور شدید دشمن رہا کہ اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ اسلام کو بیخ و بن سے نیست و نابود کرنے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانے میں کوئی دقیقہ اس نے اٹھا نہیں رکھا اور اسی ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کے کان اور ناک کا ہار تاگے میں پرو کر گلے میں ڈالا تھا۔ لیکن جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے مسلمان ہوئے تو پھر جب تک زندہ رہے پروانہ وار فداکار رہے اور جب مسلمان ہوئے اس وقت انہوں نے جو ترانہ گایا اسے دیکھ کر ان کے جوش نشاط اور محبت رسول کے جذبے کا اندازہ کیجئے:۔ (اشعار عربی میں ہیں یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔)

قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لئے اٹھاتا تھا۔ کہ کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے ان دنوں میں اس خار پشت جیسا تھا۔ جو اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہو اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے راستے پر ہو جاؤں مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے۔ اور خدا کا راستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جس کو میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔

غور فرمایئے جس شخص نے ساری عمر عداوت و دشمنی میں گزار دی اور ظلم و تعدی میں انتہا کر دی اور ساری طاقت اور ساری قوت اس امر پر خرچ کر ڈالی کہ جس طرح ممکن ہو سکے دین اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دے۔ وہ کس طرح جامۂ عداوت و دشمنی کو اتار کر محبت و دوستی کا لباس زیب تن کر لیتا ہے۔ کیا مردہ کو زندہ کر دینے، لاٹھی کا سانپ بن جانے اور لوہے کا موم ہو جانے سے یہ بڑا معجزہ نہیں۔ اور کیا یہ ثمرہ نہیں ایمان کامل اعمال صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا؟

یہ تو محض ایک مثال ہے آپ حضور علیہ السلام کی بعثت سے لے کر وصال تک کے تمام حالات و واقعات پر غور کریں تو آپ کو ہزارہا مثالیں ایسی ملیں گی۔ اس قلیل عرصہ میں تمام عرب کی کایا پلٹ کر دکھ دینا اس قدر ناموافق و نامساعد حالات میں ایسا انقلاب عظیم برپا کر دینا یقیناً دنیائے نبوت و رسالت اور تاریخ کائنات کا سب سے بڑا اور عدیم المثال کارنامہ ہے۔ عرب کا چپہ چپہ ذرہ ذرہ دشمن ہے اور پورے ۲۳ سال تک عداوت و عناد کا پوری طاقت کے ساتھ مظاہرہ کرتا ہے مگر آخر کار وہی عرب اور اس کے وہی فرزند دشمنی و عداوت کے جہنم سے نکل کر دوستی و اخلاص اور جاں نثاری و تابعداری کے جنات نعیم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فقید المثال کارنامہ ہے کہ ساری تاریخ ہستی میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔

چنانچہ اسی لئے نپولین ایسے فاتح کو کہ جسے دنیا نپولین اعظم کے نام سے پکارتی ہے یہ کہنا پڑا: "محمدؐ کے نام لیواؤں نے آدھی صدی میں آدھی دنیا پر اسلام کا پھریرا لہرا دیا"

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سورۂ عصر میں بیان کردہ اصولوں کی پیروی کی توفیق دے۔ اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جاں نثار فداکار بنائے۔

ضروری اعلان

۱۔ بیرنگ خطوط دفتر رسالہ میں ہرگز نہ بھیجے جائیں۔ ایسے خطوط آئندہ واپس کر دیئے جائیں گے۔

۲۔ وی۔ پی۔ وصول دینی اور اخلاقی فرض ہے

۳۔ استفتا کا اگر جواب بذریعہ خط درکار ہو اور اسے شائع کرنا مقصود نہ ہو تو واپسی لفافہ پر خوشخط پتہ لکھ کر روانہ کریں ۔ منیجر

مجلس ذکر منعقدہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۶۲ء

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر

مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

جذبۂ اخلاص

مرتبہ محترم خالد سلیم صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ برجمعرات کو اصلاح حال کے لئے کوئی آیت یا حدیث پڑھ دیا کرتا ہوں۔ یہ حضرتؒ کی نقالی ہے۔ انہی کا یہ پودا لگایا ہوا ہے۔ جو پھل پھول رہا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرما دے۔ اور ہم حضرتؒ کے طریقۂ کار پر عمل کرکے یاد الہٰی کثرت سے کریں۔

در اصل یہ سلسلہ رشد و ہدایت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ، تابعین تبع تابعین اور بزرگان دین سے یہ خیر و برکت اور یاد الہٰی کی کڑی چلی آرہی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو سلسلۂ خیر کی کڑی بنتے جارہے ہیں اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگان دین کے طریقہ کو چھوڑ کر سلسلہ شر کی کڑی بنتے جارہے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

اگر نیکوں کی صحبت اختیار کریں گے۔ تو نیکی کی رغبت ہوگی، خوف خدا پیدا ہوگا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کی فکر ہوگی اگر بروں کی صحبت اختیار کی۔ تو خیالات فاسدہ آئیں گے، غرور و تکبر، بداخلاقی اور برے خصائل پیدا ہوں گے۔

ہم کو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کرنے کی توفیق دی، ہمارے لاکھوں دوسرے بھائی اس وقت غلط کاریوں، چوری، سینما دیکھنے اور دوسرے برے کاموں میں مبتلا ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ احسان ہے۔ کہ ہم کو برائی کے کاموں سے بچا کر یاد الہٰی کی توفیق عطا فرمائی۔

عبادت کرنے کے بعد گھمنڈ اور غرور کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ درخت کو جب پھل لگتا ہے تو اس کی ٹہنیاں جھک جاتی ہیں۔ اسی طرح نیکی کی زیادتی سے انسان میں عاجزی و انکساری پیدا ہونی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم اور بے گناہ تھے، بہت ہی بلند اور اعلےٰ اخلاق کے مالک تھے۔ لیکن راتوں کو بارگاہ خداوندی میں گڑگڑاتے تھے، روتے تھے اور بہت عبادت کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے تو اللہ تعالیٰ نے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ تو پھر آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

مسلمان کو حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو نمونہ بنانا چاہیئے۔ یاد خداوندی کثرت سے کرے۔ غرور و تکبر کے نزدیک نہ پھٹکے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری ہی کرتا رہے اور اس کا ہر دم شکر ہی ادا کرتا رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے،

ایمان بڑی دولت ہے۔ اس کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ جس طرح انسان منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اپنے سامان۔ مال و دولت کی حفاظت کرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے۔ گم نہ ہو جائے، اسی طرح جب تک موت نہیں آتی ایمان خطرہ میں ہے۔ کہ کہیں شیطان اس دولت کو لوٹ نہ لے کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ساری ساری عمر عبادت کرتے رہتے ہیں لیکن آخر میں اپنی کسی بداعمالی کی وجہ سے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو ڈالتے ہیں اور بے ایمان ہو کر مرتے ہیں۔

آج کی مجلس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ. قَالَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہؐ مجھے ایسا عمل بتائیے۔ کہ جب میں اس کو کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔

آپؐ نے فرمایا۔ کہ دنیا کی طرف سے اعراض و بے رخی اختیار کرلو۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو (مال و جاہ) لوگوں کے پاس ہے۔ اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو۔ تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے

زہد کے لغوی معنوی کسی چیز سے اعراض اور بے رغبتی کے ہیں۔ اور اصطلاح میں آخرت کے خیال سے دنیا کے لذائذ اور مرغوبات ترک کرنے اور عیش و راحت کے اسباب کو چھوڑ دینے کے ہیں

اسلام رہبانیت کو پسند نہیں کرتا۔ انسانی فطری تقاضوں کو صحیح طریقے سے پورا کرنا شریعت کا جزو قرار دیا گیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام زندگی زہد و تقویٰ میں گزاری لیکن انہوں نے کبھی عیسائیوں کے پادریوں کی طرح دنیا سے بالکل کنارہ کشی نہیں کی،

حضورؐ کا تو یہ حال تھا کہ یاد خداوندی۔ نماز روزہ ادا کرنے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے وعظ و نصیحت کرنے اور راہ حق میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے میں سب سے آگے تھے۔

غرض یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان جامعیت کی شان تھی۔ ان کی زندگی ہر ایک کے لئے نمونہ تھی اور اب بھی ہے۔

دنیا سے بے رخی اور اعراض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز طریقہ سے دنیا نہ کمائی جائے۔ اور نہ ہی فضول خرچی کی جائے۔ قانون شریعت کے اندر رہ کر کمائیں اور خرچ کریں۔

لوگوں کے مال و جاہ سے بے رخی اور اعراض کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ کبھی دوسروں کے مال و دولت، کوٹھیوں اور کاروں کی طرف لالچ کی نظر سے نہ دیکھے۔

حضرتؒ دنیا داروں سے بہت اعراض فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی کے ہاں وعظ و نصیحت کے لئے تشریف بھی لے جاتے۔ تو پہلے شرط لگاتے۔ کہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔

حضرتؒ کو ایک مرتبہ گورنر مغربی پاکستان کے لڑکے کی شادی پر بلایا گیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے۔ کہ مجھے اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہوئی ہے کیونکہ گورنر کچھ کھلائے گا اور دے گا۔ میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ لوں گا۔

لیکن خدا کی قدرت کہ جب نکاح کے بعد سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں کمرے میں اکیلا رہ گیا اور دوسرے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ نہ انہیں اصرار کرنا پڑا۔ اور نہ مجھے انکار کرنا پڑا۔ اور حضرتؒ اس واقعہ کو بیان فرما کر بہت خوش ہوئے کہ مجھے اللہ تعالےٰ

باقی برصفحہ ۱۹

یادگارِ ماضی

"خاموش مبلغ — ملتانی"

اجنادین ملک شام کا ایک بڑا شہر تھا اس مقام پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک بہت زبردست لڑائی ہوئی ہرقل شاہِ روم کا بھائی رومیوں کا سپہ سالار تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ مسلمان شہر پر شہر فتح کرتے چلے آ رہے ہیں اور کسی ملک کی بڑی سے بڑی فوج بھی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی وہ سوچنے لگا کہ مسلمانوں کی اس طاقت اور کامیابی کی وجہ کیا ہے مسلمانوں کے پاس نہ ہی رومیوں جیسی تجربہ کار اور تربیت یافتہ فوج تھی اور نہ ہی ان کے پاس رومیوں جتنا سامان تھا۔

(مسلمانوں کی اس حالت کا نقشہ علامہ اقبالؒ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ؎

ع کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی)

آخر اس نے یہ معلوم کرنے کے لیے ایک عیسائی عرب کو جاسوس مقرر کر کے مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا تاکہ وہ وہاں کے حالات دیکھ کر مسلمانوں کی کامرانی کا راز معلوم کرے یہ جاسوس عرب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں آ ملا اور شب و روز مسلمانوں کی تمام حرکات و سکنات کا بغور معائنہ کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ہر شخص امیر کا دل و جان سے اطاعت گزار و فرمانبردار ہے۔ اور آپس میں ان کا سلوک دیانتدارانہ اور ایماندارانہ ہے اور ہر فرد انتہائی صادق القول ہے۔ وہ جب عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو تمام رات نماز اور تلاوتِ قرآن پاک میں گزار دیتا ہے۔ واپسی پر رومی سپہ سالار کے دریافت کرنے پر وہ یوں گویا ہوا هُمْ بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ وَلَوْ سَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطَعُوهُ وَلَوْ زَنَى رُجِمَ لِإِقَامَةِ الْحَقِّ فِيهِمْ

ترجمہ:- یہ لوگ رات کو عبادت کرنے والے ہیں اور دن کو بہادر شہسوار۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو یہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا کرے تو پتھر مار کر ہلاک کر دیں خدا کا دین نافذ کرنے میں کسی سے رعایت نہیں کرتے۔ جب رومی سپہ سالار نے یہ سنا تو کہا۔ جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر یہ سب سچ ہے تو پھر زمین کے اندر اتر جانا اس سے آسان ہے کہ ان کا مقابلہ کیا جائے۔ سبحان اللہ

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان پرخلوص

جنگ موتہ میں رومیوں کے ہاتھوں بہت سے صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ان میں زیدؓ بن حارثہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے چند یوم پیشتر رومیوں سے بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور اس لشکر کے سردار حضرت اسامہؓ بن زید مقرر ہوئے۔ جب یہ لشکر کوچ کرنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپؐ کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد بعض نومسلم قبیلوں کے ارتداد کی خبریں آنے لگیں بعض صحابہؓ نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں عرض کی کہ مخالفین اسلام کی طاقت بڑھ رہی ہے اس لیے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں باہر کوئی فوج نہ بھیجی جائے حضرت ابوبکر صدیق نے نہایت سختی سے اس مشورہ کو رد کر دیا اور کہا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی روانگی کا حکم جاری فرمایا تھا اور اس کی تاکید بھی فرمائی تھی اس لیے میں کسی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور جس جھنڈے کو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے باندھا ہو اُسے ابوبکرؓ کھول نہیں سکتا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا آپ اس لشکر میں بہت جلیل القدر صحابہ کو باہر بھیج رہے ہیں۔ لیکن قبائل عرب کی حالت خراب ہو رہی ہے ایسی صورت میں اپنی طاقت کو بکھیر دینا مناسب نہیں۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا، "قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں یہ بھی جان لوں کہ درندے مجھ کو پھاڑ کھائیں گے تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا اور خواہ بستیوں میں میرے سوا ایک آدمی بھی نہ رہ جائے پھر بھی میں اس کو روانہ کیے بغیر نہ رہوں گا"

؎ ہائے اسلام ترے چاہنے والے نہ رہے
جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

اطاعت و فرمانبرداری، عزم و استقلال کی ایسی پرخلوص مثال تاریخ کے اوراق پیش نہیں کر سکتے

مذہب کے اٹل اصولوں پر رنگ بدلتے ہوئے زمانے کے مطابق عمل کرانے کے منصوبے سوچنے والے قبائل کی کورچشمی دور کرنے کی غرض سے سرمۂ بصیرت کی اور سلائی بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس انگوری شراب تھی اور میں کھڑا ہو کر ابوطلحہؓ اور فلاں فلاں کو پلا رہا تھا یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ اچانک ہم کیا سنتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی منادی کر رہا ہے "شراب حرام کر دی گئی ہے" یہ سن کر ابوطلحہؓ نے فوراً کہا انسؓ اٹھو اور ان مٹکوں کو بہا دو ہم میں سے جس جس کے ہاتھ میں پیالہ تھا اس نے وہیں رکھ دیا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور میں نے شراب کے مٹکے کو گلی میں بہا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا علم ہونے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا کوئی نکتہ چینی نہیں کی مگر اور لیکن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ سب نے مٹکے گلیوں میں بہا دیئے اور ساغر توڑ دیئے۔ کہتے ہیں کہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں اس طرح شراب بہہ رہی تھی جس طرح بارش کا پانی*

(ماخوذ از نسیم حجاز)

ہے کوئی جو آج صحابہ کرامؓ کی اس سنت کو زندہ کر دکھائے۔ سنا ہے کہ واقعات احساس دلاتے ہیں خداوند کریم ہماری نوخیز پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی کو توفیق عطا فرمائے اور "ام الخبائث" کی نجاست کے علاوہ دیگر غلاظتوں سود زنا اور چوری و دیگر سماجی برائیوں کے فوری انسداد کے لیے کوئی ہنگامی قانون پاس کر کے اپنی اسلام نوازی کا عملی نمونہ پیش کر سکے۔ بصورت دیگر تاریخ اسلام کے سنہری اوراق گزرے ہوئے زمانے کی یادگار محض ہی رہ جائیں گے۔

استدعا

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
(اقبال)

مسئلہ حیات النبی ﷺ کی مصالحت کے سلسلہ میں

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب کا وضاحتی بیان

مسئلہ حیات النبی کے بارہ میں الحمدللہ کہ مصالحت ہوئی اور نہایت ہی مخلصانہ ماحول میں ہوئی مصالحت کا تعلق عوام کو جدل و نزاع سے بچانے سے تھا۔ نفس مسئلہ کے خطاء صواب کی تنقیح و تحقیق سے نہ تھا۔ مقصد یہ تھا کہ علماء اگر اس میں حجتِ دلیل سے اختلاف رائے رکھتے ہیں تو رکھیں اس کا تعلق ان کی نیت ان کے فہم اور ان کے خدا سے ہے۔ عوام کے سامنے اگر مسئلہ کو لانے کی کوئی مجبوری پیش آ جائے تو وہ صرف قدر مشترک پیش فرماویں جو عوام کے لئے کافی وافی ہے مسئلہ کے اختلافی پہلوؤں کو سامنے نہ لائیں۔ اور یوں بھی ان پر زور نہ دیں۔ چنانچہ قدر مشترک کی عبارت فریقین میں بخوش دلی طے ہو گئی جو احقر کے دستخط سے پیش کی گئی تھی۔ اور اس پر دونوں طرف کے بزرگوں کے دستخط ہو گئے۔ ایک جانب سے مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم کے اور ایک جانب سے مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے نیز اول سے آخر تک اس معاملہ میں شرکت اور موجودگی حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہ کی بھی رہی۔ اور مصالحت کا معاملہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچ گیا۔ راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس کا اعلان عام بھی ہو گیا اور عوام نے اس سے کافی خوشی محسوس کی اور اس کا اظہار کیا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب اس مجلس مصالحت میں شریک نہیں ہو سکے۔ تو ان کے سامنے عبارت مصالحت پیش کرنے اور امکانی حد تک افہام و تفہیم کے ذریعہ انہیں اس قدر مشترک پر لانے کا وعدہ اور بصورت عدم تسلیم ان سے اس حد تک برأت کے اعلان کا وعدہ مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب نے تحریری طور پر فرمایا اور اس پر ان کے اور دوسرے فریق کی طرف سے مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے دستخط ہو گئے۔ عبارت کے پیش کنندہ کی حیثیت سے احقر کے دستخط بھی ثبت تھے بایں صورت یہ مسئلہ اور معاہدہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی حد تک (بوجہ ان کے ایک سابقہ والا نامہ کے جس میں معاہدہ کی عبارت کے سارے اجزاء پر پہلے سے دستخط تھے) مصالحت قطعی ہو گئی اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کی حد تک معلق رہی۔ لیکن ان کی تسلیم و عدم تسلیم دونوں صورتوں کا فیصلہ ان ہر دو بزرگوں نے مشروط انداز سے پہلے ہی فرما دیا اس لئے مصالحت ہر نہج مکمل ہو گئی اور سمجھی گئی

میرا خیال یہ تھا اور دونوں فریق کے بزرگوں نے اس کو تصویب فرمائی کہ اس بارہ میں سب سے پہلے احقر کا تفصیلی بیان شائع ہو۔

میرے لئے دشواری یہ تھی کہ شبانہ روز سفر اور جلسوں میں گزر رہے تھے۔ ایک منٹ کی مہلت نہیں تھی۔ چہ جائیکہ آرام و اطمینان مگر اسی عالت میں بزرگوں کی طرف سے تاکید اکید سر پر تھی کہ جلد بیان مرتب کیا جائے۔ آخر کار اسی بھاگ دوڑ میں بیان مرتب کیا شواغل و مشاغل کی کثرت سفر کی بھاگ دوڑ ملنے ملانے والے حضرات کے ہجوم میں یکسوئی بھی مفقود رہی۔ اس لئے مضمون مرتب نہ ہوا جس کی تعبیر و ترتیب میں یہ نا یکسوئی بھی شامل رہی اور تاخیر بھی کافی ہو گئی۔ گو ایسے اہم مسئلہ کے بیان کے لحاظ سے یہ تاخیر کچھ زیادہ تاخیر نہ تھی۔ تاہم یہ خیال ضرور تھا کہ اس مسئلہ میں اولاً یہی بیان منظر عام پر آئے۔ مگر مجھے افسوس ہوا جب کہ لاہور میں ۵ جولائی ۱۹۶۲ء کو پہنچ کر میں نے ایک اشتہار بعنوان "صلح ہو گئی" دیکھا جس میں مسئلہ کے قدر مشترک کی عبارت اور مولانا عنایت اللہ صاحب سے متعلق خصوصی عبارت دونوں طبع شدہ سامنے تھیں

میرا خیال تھا کہ اپنے بیان میں آخر الذکر عبارت نہ رکھوں جب تک کہ اس کی خصوصی ضرورت داعی نہ ہو لیکن اس اشتہار میں طبع ہو جانے کے بعد بہر حال اسے بھی ایک سلسلہ سے لانا ناگزیر ہو گیا ۸ جولائی ۱۹۶۲ء کو لاہور سے یہ بیان رسالہ خدام الدین لاہور اور رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی کو اشاعت کے لئے بھیج دیا گیا میں ابھی لاہور ہی میں تھا اور واپسی وطن کے لئے پابرکاب اور تیاری سفر میں مصروف کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب، مولانا غلام اللہ خاں مولانا قاضی شمس الدین صاحب احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ سید صاحب کو شکوہ یہ تھا کہ ان کے بارہ میں جو خصوصی تحریر لکھی گئی ہے جس میں ان پر کچھ علمی پابندیاں عاید کی گئی ہیں۔ اس میں یک طرفہ ہونے کی شان ہے۔ جس کا حاصل نکلتا ہے کہ ایک شخص پابند اور دوسرے آزاد۔ اس میں توازن پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو بھی پابندی ہو فریقین پر عاید ہو بات معقول تھی گو اس کا تعلق حقیقتاً مجھ سے نہ تھا۔ کیونکہ ان پر یہ پابندیاں عائد کرنے کا ذمہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم نے لیا تھا۔ گو احقر کی تحریک پر لیا مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ مقصد اصلی مصالحت باہمی اور ایک کو دوسرے سے قریب لانا ہے نہ کہ قانونی بحثیں قائم کر کے اپنا پیچھا چھڑانا اس لئے احقر نے اسی مجلس میں نام بردہ حضرات اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہٗ نیز فریقین کے اور بھی بزرگ تشریف فرما تھے گفتگو اور مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ چونکہ یہ علمی پابندیوں والی تحریر یک طرفہ اور مخدوش سمجھی جا رہی ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ جس طرح مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں اصولی رنگ کی ایک عبارت قدر مشترک کے طور پر آئی ہے۔ جسے فریقین نے بخوشی منظور کیا ہے۔ ایسے ہی علمی پابندیوں کے بارہ میں بھی اصولی ہی رنگ میں فریقین کی مفاہمت سے کوئی صورت طے ہو جائے۔ میں اس کام کو قلت وقت کے سبب انجام نہیں دے سکتا تھا۔ سفر شروع ہونے میں صرف چند گھنٹے ہی باقی تھے اس لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ اس علمی مفاہمت کو وہ اپنی سرکردگی میں طے کرا دیں مولانا نے وعدہ فرمایا کہ میں ملتان پہنچ کر ایک مقررہ تاریخ پر فریقین کو بلاؤں گا اور علمی انداز کی مفاہمت کرانے کی سعی کروں گا۔ جس کو مولانا غلام اللہ خاں صاحب کی جماعت نے بھی بخوش دلی تسلیم فرما لیا۔ اس پر احقر نے اسی مجلس میں ایک تحریر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام لکھی۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ جناب فریقین میں علمی حدود کی تشخیص بموجودگی فریقین کرا دیں، اور اس صورت میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر (بوجہ مذکورہ بالا) کالعدم سمجھی جائے۔ ادھر سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے یہ عرض کیا کہ ملتان کے اجتماع سے پہلے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے اس طرح مسئلہ حیات النبی ﷺ کا معاہدہ تو اپنی جگہ

بدستور قائم تھا ہی۔ عملاً سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر کا معاملہ بھی بدستور قائم رہا اور اس طرح میں مسئلہ حیات کی مفاہمت اور معاملہ سید صاحب کی مذکورہ صورت حال دونوں کی طرف سے مطمئن ہو کر دیوبند کے لئے روانہ ہو گیا۔ فریقین کے بزرگوں نے اپنے حسن اخلاق سے اسٹیشن لاہور پر اس نکارہ کو الوداع کیا۔ اور میں ۹ جولائی سنہ ۱۹۶۲ء کو دیوبند پہنچ گیا۔ یہاں کے بزرگوں سے اس مفاہمت کے بارے میں حالات بیان کئے، جو سارے اکابر کے لئے موجب فرح وسرور ثابت ہوئے۔

اس سلسلہ میں احقر جو تفصیلی بیان لاہور میں اشاعت کے لئے دے آیا تھا اس کی تمہید میں دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ حیات انبیاء کے سلسلہ میں تمام علماء دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حیات حیات دنیوی ہے۔ لیکن بعد میں کچھ خلجان یہ پیدا ہوا بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم اور مجمل بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس دعوائے اجماع پر قدح کیا جائے کھٹک ہو ہی رہی تھی کہ اچانک مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا دستخطی والا نامہ پہنچا کہ آپ کا مفصل بیان پہنچ گیا اور ہم اسے رسالہ تعلیم القرآن میں شائع کر رہے ہیں۔ لیکن یہ اجماع علماء دیوبند کا دعویٰ ہمارے نزدیک محل کلام ہے جب کہ متعدد علماء دیوبند کی عبارتیں اس بارہ میں اس اجماع کو برقرار نہیں رکھ سکیں۔ آپ کو اس بیان میں کوئی استثنائی کلمہ ضرور کہہ دینا چاہیئے تھا۔ اس لئے ہم آپ کا بیان پورا شائع کر رہے ہیں۔ مگر اس دعوائے اجماع پر تنقیدی نوٹ بھی لکھ رہے ہیں آپ برا نہ مانیں۔ ظاہر ہے کہ میرے لئے برا ماننے کا سوال یوں نہیں پیدا ہوتا تھا کہ مجھے خود اس بارہ میں کھٹک محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے میں نے اپنا ہی بیان رسالہ "دارالعلوم" دیوبند کو شائع کرنے کے لئے دیا تو اس میں ایک استثنائی نوٹ کا اضافہ کیا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کو وہ استثنائی عبارت لکھ بھیجی۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ جمہور علماء دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ برزخ میں حیات انبیاء حیات دنیوی ہے لیکن اگر کسی کی عبارت اس بارہ میں مبہم ہو تو اسے ان ہی واضح عبارت کی طرف راجع کر کے اس کا مطلب متعین کر لینا چاہیئے اور اگر کوئی سلجھی واضح عبارت نہ ہو یا واضح عبارت خلاف کی ہو۔ تو اسے علمی اختلاف پر محمول کیا جائے جس سے مسئلہ میں اختلاف کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اسے اختلاف مسلک نہیں کہیں گے۔ بلکہ اختلاف علمی کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مسئلہ حیات کی مصالحت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا حاصل عوام کو جدال و نزاع سے بچا کر ان کے سامنے قدرِ مشترک لانا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی ضرورت ہمیں اس وقت پڑ سکتی تھی کہ علماء میں اختلاف ہو اور اختلاف کی گنجائش بھی ہو۔

بہر حال مقصد علوم کو نزاعات باہمی سے بچا کر مسئلہ کی ایک ایسی حد پر قائم کر دینا تھا جس پر فریقین مطمئن ہوں۔ علماء کے راستے روکنا یا ان کی علمی گنجائشوں کو سلب کرنا نہیں تھا۔ ادھر دوسرا مقصد یہ تھا کہ جب مسئلہ میں فریقین کلام کرنے کی کسی نہ کسی حد تک گنجائش ہے تو طعن و ملامت یا تحقیر و تذلیل کی کسی فریق کے لئے گنجائش نہیں رہتی خواہ عوام ہوں یا خواص اس لئے بنیادی مقصد پر نظر رکھی گئی ان ذیلی امور پر نظر کو مرتکز نہیں کیا گیا۔

ابھی حال میں پاکستان کے بعض خطوط اور بعض اشتہارات سے معلوم ہوا کہ اب محل نزاع بعض حضرات نے خود احقر کی عبارتوں کو بنا لیا ہے اس لئے افسوس کے ساتھ اس کی ضرورت لاحق ہوئی کہ میں وضاحتی بیان جاری کرتے ہوئے واقعات کا سلسلہ پیش کر دوں۔ اس لئے ناظرین کرام کا وقت ان سطور سے ضائع کیا گیا۔

اس کے بعد فریقین کے حضرات کی خدمت میں نیازمندانہ گزارش ہے کہ اس جزوی مسئلہ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے عوام کو بہر حال نزاعات سے بچانے کی سعی فرمائی جائے۔ مسئلہ حیات کے بارہ میں قدر مشترک بحمد اللہ مسئلہ فریقین موجود ہے عوام کی حد تک اور اس پر قناعت فرمائی جاوے جہاں تک فریقین کی علمی حدود کا تعلق ہے کہ وہ ملتان میں بسر کر دی گئی۔ حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ طے ہو گئی ہوں گی۔ اگر نہ بھی ہوئی ہوں تو احقر اتنی گذارش کرنے کی جراءت ضرور کرے گا کہ:

(۱) مسئلہ کے اس قدر مشترک کو عوام کی حد تک سامنے رکھ کر مناظروں اور مناظرانہ چیلنجوں سے اجتناب فرمایا جاوے اگر کوئی فریق اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر چیلنج بھی کرے تو مسئلہ فریقین قدرِ مشترک کا حوالہ دے کر اس چیلنج کا جواب صبر و سکوت اور اطلاع سکوت دیا جائے۔

(۲) اگر کوئی اس قدر مشترک کو تسلیم نہ کرے تو فریقین اپنے مسلمہ کی حد تک اس فریق کو حسبۃ العوام ادب کے ساتھ قدرِ مشترک مذکور پر جمع رہنے کی اطلاع فرمائیں نہ خود اسے چیلنج دیں نہ اس کا چیلنج قبول کریں۔ اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد فرمائیں۔

(۳) معاملہ کے ہر پہلو میں انصاف پیش نظر رکھ کر ہر قسم کے تشدد سے احتراز فرمائیں خواہ قولی یا عملی۔

(۴) اس مسئلہ کی وجہ سے ایک فریق دوسرے فریق سے بیزاری یا متارکت و مقاطعت کی راہ اختیار نہ کرے۔

(۵) اشتہاری سلسلہ کو اس بارہ میں بالکل ختم فرما دیا جاوے۔ اور اظہارِ جذبات کی جگہ صبر و تحمل اور برداشت کو آگے رکھا جائے۔

(۶) پھر بھی اس بارہ میں متفقہ طور پر کسی ایک بزرگ کو اپنا بڑا بنا لیا جائے اور اس کی ہدایات پر کاربند رہا جائے۔ بطور مشورہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کا اسم گرامی بندہ کی طرف سے پیش ہے۔

بہر حال اگر جذبہ کے طور پر حضرات فریقین وصل و ملاپ کی حکمت عملی کو اصل رکھیں گے تو معاملہ من اللہ سہل ہو جائے گا

ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا والسلام خیر ختام۔

سراج الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

اپنے شاگرد رشید امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری

یہ وصیت بڑی اہم ہے۔ اس وصیت کو پڑھ کر حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وسعت نظر اور علمی گہرائی، فکر کی پختگی، تجربات کی بے پناہ وسعت، خدا پرستی، زہد و تقویٰ کی انتہائی بلندی کے بہت گہرے اثرات کا پتہ چلتا ہے، دنیا و آخرت کا کوئی بھی اہم معاملہ ہو گا۔ جس پر اس عظیم المرتبت امام کی نگاہ نہ ہو اور کار زار ہستی کی مشکلات کی عقدہ کشائی جس طرح امام اعظمؒ کے تدبر، عقل و دانش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے امام کے حصے میں نہیں آئی۔ قرآن و سنت کے ضوابط و اصول، اور اجماع صحابہ اور تعامل سلف صالحین پر جو عمیق نگاہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کو ارزاں فرمائی ہے وہ کسی دوسرے امام کو نصیب نہ ہو سکی۔ معاملات میں اعلیٰ درجہ کی سوجھ بوجھ خواہ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی جو اس روشن ضمیر امام فقیہ امت، محدث دوراں، صوفی برحق اور عالم ربانی کو حاصل تھی اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ (الناس عیال علی ابی حنیفہ فی الفقہ) اور یہی وجہ ہے کہ آج بارہ صدیاں گزر چکی ہیں کہ امت مسلمہ کا دو تہائی حصہ اس فخر روزگار امام کی تقلید پر متفق رہا ہے اور ہے، محدث امام ابن عبد البرؒ کی روایت کے مطابق جو انہوں نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں درج کی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے یعنی حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۶۹ سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے سے کس قدر قریب ہے۔ اور امام اعظمؒ کی وفات (شہادت) بغداد کے قید خانہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ

صاحب حسن التقاضی فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کی یہ وصیت مختلف کتابوں میں درج ہے۔ مثلاً مناقب الموفق المکی، مناقب ضیا الفنادی، الفتاوی بزازیہ اور الاشباہ والنظائر لابن نجیم وغیرہ۔ ہم نے یہ وصیت حسن التقاضی فی سیرۃ ابو یوسف القاضی ـ للعلامہ الزاہد الکوثری المصریؒ سے نقل کی ہے اور تقریباً بالکل اس کا لفظی ترجمہ ہی پیش کر دیا ہے اس خیال سے کہ شاید کچھ اللہ کے بندے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

امام ابو یوسف جن کا نام یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ ہے انکی ولادت کے بارہ میں روایات مختلف ہیں ایک روایت کے مطابق انکی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی۔ اور تقریباً بیس برس تک اپنے استاد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر فیوضات علمیہ اور برکات روحانیہ حاصل کرتے رہے ہیں اور پھر قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے جلیل القدر عہدے پر عرصہ دراز تک فائز رہے اور غیر معمولی علمی و ملی خدمات سرانجام دیں۔ بالآخر سنۃ اللہ کے مطابق ۱۸۲ھ میں وفات پائی اور اپنے رب کریم سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ـ اللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

عبد الحمید سواتی ـ خادم مدرسہ نصرت العلوم نزد گھنٹہ گھر و خطیب جامع مسجد نور ـ شہر گوجرانوالہ ـ

وصیت

اے یعقوب سلطان (مسلمان حاکم) کی توقیر و تعظیم کو ملحوظ رکھو اور دیکھو سلطان کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولو۔ اور ہر وقت اور ہر حالت میں اس کے پاس مت جاؤ جب تک کہ وہ خود تمہیں کسی علمی ضرورت کے لئے نہ بلائے۔ کیونکہ اگر تم اکثر اس کے پاس آتے جاتے رہو گے تو وہ تمہارے حق میں کوتاہی کرے گا اور تمہارا استخفاف کرے گا۔ اور تمہاری قدر و منزلت اس کی نگاہ میں گھٹ جائے گی۔ تم سلطان کے سامنے ایسے رہو جیسے کہ تم آگ کے سامنے ہوتے ہو کہ تم اس سے منتفع ہوتے ہو لیکن اس کے قریب نہیں لگتے۔ کیونکہ اگر تم اس کے قریب ہو گے تو جل جاؤ گے اور تکلیف پاؤ گے۔ اس لئے کہ سلطان دوسرے کے لئے وہ درجہ اور مرتبہ خیال نہیں کرتا جو اپنے لئے خیال کرتا ہے اور نیز اپنے آپ کو سلطان کے سامنے زیادہ گفتگو کرنے سے بھی بچاتے رہو کیونکہ وہ تمہاری باتوں میں سے کوئی بات لے کر اپنے حاشیہ نشینوں کے سامنے یہ ظاہر کرے گا کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والا ہے اور تمہیں خطا کار بنائے گا۔ تو تم اس کے لوگوں کے سامنے ذلیل و حقیر ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں چاہیئے کہ جب تم سلطان کے پاس جاؤ تو ایسی حالت میں جاؤ کہ وہ تمہارے اور دوسرے کے مرتبے کو پہچانتا ہو

اور اس وقت بھی اس کے پاس نہ جاؤ جب کہ اس کے سامنے اہل علم میں سے کوئی ایسا شخص بیٹھا ہوا ہو جس کو تم نہیں پہچانتے کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ اگر تم اس سے کمتر درجہ کے ہو گے تو شاید تم اس کے مقابلہ میں اپنی برطائی کرو تو یہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔ اور اگر تم اس سے زیادہ جاننے والے ہو تو شاید تم اس کے سامنے کمتری کا اظہار کرو تو پھر بھی سلطان کی نگاہ میں گر جاؤ گے۔ اور جب سلطان کوئی کام تمہارے سپرد کرے تو اس کام کو اس وقت قبول کرو جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ سلطان تم پر راضی ہوگا اور تمہارے مذہب اور علمی طریق کو بھی تمہارے فیصلوں میں پسند کرے گا۔ تاکہ تمہیں فیصلے کرنے میں دوسروں کا مذہب اور طریق نہ اختیار کرنا پڑے اور نیز سلطان کے دوستوں اور حاشیہ نشینوں سے بھی میل ملاپ نہ رکھو بلکہ صرف سلطان کے ساتھ ہی اپنے تعلقات استوار رکھو اور حاشیہ نشینوں سے دور رہو تاکہ تمہارا مرتبہ اور وقار باقی رہے۔ اور عوام کے سامنے بھی زیادہ گفتگو نہ کرو۔ صرف اس قدر کہ وہ تم سے سوال کریں۔ اور معاملات اور تجارت کے بارہ میں عام گفتگو نہ کرو ہاں صرف علم سے تعلق رکھنے والی بات کرو۔ تاکہ لوگ تمہارے بارے میں یہ خیال نہ کرنے لگ جائیں کہ تم مال کی طرف رغبت رکھتے ہو۔ کیونکہ اس سے وہ تمہارے بارہ میں بدگمان ہو کر یہ اعتقاد جما لیں کہ تم شاید رشوت لینے کی طرف میلان رکھتے ہو۔ اور عوام کے سامنے ہنسنے سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ اور بازاروں میں بھی زیادہ آمد و رفت مت رکھو اور قریب البلوغ نوخیز لڑکوں سے بھی عام گفتگو نہ کرو، کیونکہ یہ بھی فتنے کا باعث بنتے ہیں،

چھوٹے بچوں سے بات چیت کرنا اور ان کے سروں پہ پیار سے ہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور عام مشائخ کے ساتھ راستے کے درمیان مت چلو۔ کیونکہ اگر تم ان کو اپنے آگے کرو گے تو یہ تمہارے علم کے

ساتھ عیب لگانے والی بات ہوگی۔ اور اگر تم انہیں اپنے پیچھے رکھو گے تو یہ تمہاری ذات کے لئے عیبناک بات ہوگی۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عمر رسیدہ ہیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "جس نے بڑوں کی تعظیم نہ کی اور چھوٹوں پر رحم نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں"۔

اور نیز عام راستوں پر بھی نہ بیٹھو۔ اور اس قسم کی جب ضرورت پڑے تو مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ اور دکانوں پر بھی نہ بیٹھو بازاروں اور مساجد میں بیٹھ کر مت کھاؤ۔ اور عام پانی کی سبیل سے پانی مت پیو۔ اور سقاؤں کے ہاتھ سے بھی پانی مت پیو۔ اور ریشم کا کپڑا، زیور، اور ابریشم سے تیار کئے ہوئے کپڑے مت پہنو کیونکہ یہ چیزیں انسان میں رعونت اور تکبر پیدا کرتی ہیں۔ اور اپنے گھر بستر پر لیٹ کر بلا ضرورت اپنی بیوی کے ساتھ بھی زیادہ گفتگو نہ کرو اور نیز اپنی بیوی کا اللہ کے ذکر کئے بغیر زیادہ تقرب حاصل کرنا یہ بھی مناسب نہیں اور اپنی گھروالی کے سامنے دوسری عورتوں اور لونڈیوں کا تذکرہ بھی مت کرو۔ ممکن ہے کہ وہ کھل کر بات کرے اور پھر وہ اجنبی مردوں کی بات تم سے کرنے لگ جائے اور کسی ایسی عورت سے نکاح بھی نہ کرو جو پہلے خاوند کر چکی ہے یا اس کا باپ، ماں، بیٹی وغیرہ موجود ہیں۔ ہاں اگر یہ شرط ہے کہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں گے۔ کیونکہ اگر عورت مالدار ہوگی تو اس کا باپ دعویٰ کرے گا کہ یہ سارا مال میرا ہے اور یہ میری لڑکی کے ہاتھ میں امانت ہے اور جس قدر تم سے ممکن ہو تم اپنی بیوی کے ماں باپ کے گھر میں بھی آمد و رفت کثرت سے نہ رکھو۔ اور نہ کبھی ان کے گھر میں اپنی بیوی سے ملاپ کرو۔ کہ وہ اس تدبیر سے تمہارا مال لے لیں گے اور تم سے مال حاصل کرنے کے لئے حرص و لالچ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور دیکھو بچوں والی عورت سے بھی نکاح نہ کرو۔ کیونکہ وہ سارا مال ان کے لئے جمع کرے گی اور تمہارے مال کو چرا کر بھی ان پر صرف کرتی رہے گی۔ کیونکہ اس کے نزدیک اولاد تم سے زیادہ عزیز ہوگی اور دو بیویوں کو کبھی ایک مکان میں اکٹھا نہ رکھو (کیونکہ مسلسل فتنہ و فساد برپا رہے گا) اور نکاح اس وقت کرو جب تمہیں یقین ہو کہ تم عورت کی تمام ضروریات پوری کر سکتے ہو۔ سب سے پہلے تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے۔ پھر کچھ مال حلال جمع کرو اور اس کے بعد نکاح کرو۔ اور اگر تم طلب علم کے وقت مال جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو علم حاصل کرنے سے عاجز آجاؤ گے۔ اور مال تمہیں کھینچ لے جائے گا غلام اور لونڈیاں خریدنے کی طرف۔ اور تم دنیا ہی میں مشغول ہو کر رہ جاؤ گے۔ اور دیکھو علم حاصل کرنے سے قبل عورتوں کے ساتھ مشغول ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا۔ اور تم پر اہل و اولاد کا غیر معمولی بوجھ پڑ جائے گا اور ان کے حوائج پورا کرنے میں لگ کر طلب علم کو ترک کر دو گے۔

اور نیز علم کی طلب میں عنفوانِ شباب میں مشغول ہو جب کہ تمہیں پوری طرح دل جمعی حاصل ہو۔ پھر مال جمع کرو۔ کیونکہ کثرت اہل و اولاد تشویش کا باعث ہوتی ہے۔ اگر تمہارے پاس مال جمع ہو جائے۔ تو پھر نکاح میں مشغول ہو۔

اور دیکھو ہر حالت میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور امانت ادا کرو اور عام و خواص سب کو نصیحت کرتے رہو اور لوگوں کو حقیر مت جانو بلکہ ان کی عزت کرو اور لوگوں سے میل جول نہ رکھو جب تک کہ وہ خود تم سے میل جول نہ رکھیں اور ان سے میل جول صرف اس لئے اختیار کرو۔ تاکہ تم ان کے سامنے مسائل بیان کر سکو۔ کیونکہ تم جن سے میل جول رکھو گے۔ اگر وہ اہلیت رکھتے ہوں گے تو تم سے علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جائیں گے اور اگر نااہل ہوں گے تو تم سے اجتناب کر لیں گے۔ اور جو آدمی تم سے کسی مسئلہ کے بارے میں استفسار کرے تو صرف اس کے سوال کا جواب ہی دو۔ اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ ملاؤ۔ کیونکہ یہ چیز اس کے سوال کے جواب کو مشوش کر دے گی۔ اور اگر تم دس برس بھی بلا کسب روزگار کے رہ جاؤ تو پھر بھی علم سے اعراض مت کرو کیونکہ جب تم طلب علم سے اعراض کرو گے تو تمہاری معیشت تنگ ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ یعنے جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے گا۔ تو اس کی معیشت تنگ ہوگی

اور جو تم سے سیکھتے ہیں ان پر پوری طرح توجہ کرو۔ گویا کہ ان میں سے ہر ایک تم نے اولاد اور بیٹا بنا لیا ہے تاکہ ان کی رغبت حصول علم میں زیادہ ہو جائے اور جو شخص عوام یا خواص میں سے تمہارے ساتھ مناقشہ کرے۔ تو تم اس سے مناقشہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ چیز تمہارے چہرے کی رونق ضائع کر دے گی اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کسی شخص سے خوف نہ کھاؤ اگرچہ وہ سلطان ہی کیوں نہ ہو

اپنے لئے عبادت میں راضی نہ ہو مگر اس سے زیادہ حصہ پر جس قدر دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ کیونکہ عوام جب تمہاری توجہ عبادت کی طرف اپنے سے کم دیکھیں گے تو تمہارے بارے میں بدگمان ہو جائیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچایا ہے جس قدر ان کی جہالت سے ان کو فائدہ پہنچا ہے۔ اور جب تم کسی شہر میں داخل ہو تو اس میں اپنا تسلط نہ جماؤ بلکہ وہاں کے باشندوں کی طرح اپنے آپ کو ایک تصور کرو۔ تاکہ وہ لوگ یہ خیال کریں کہ تم ان کے مرتبے کے خواہشمند نہیں ہو۔ ورنہ سب تمہارے خلاف بغاوت کر دیں گے اور تمہارے مذہب میں طعن کریں گے اور عوام نکل نکل کر تمہیں اپنی نگاہوں کا نشانہ بنا لیں گے اور تم بلا وجہ ان کے نزدیک مطعون ہو جاؤ گے۔ اور جب وہ لوگ تم سے مسائل کے بارہ میں پوچھیں یا مناظرہ اور مناقشہ کی شکل میں رد و قدح کریں تو تم سوائے واضح دلیل کے اور کچھ بھی ان کے سامنے ذکر مت کرو اور ان کے اساتذہ کے بارے میں بھی طعن مت کرو کیونکہ وہ تیرے اوپر طعن کرنے لگ جائیں گے اور لوگوں سے ہمیشہ محتاط رہو اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے باطن میں بھی ایسا ہی تعلق رکھو جیسا کہ ظاہر میں اور ایک عالم کا معاملہ کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باطن کو ظاہر کی طرح آراستہ نہ کرے۔

اور جب سلطان کسی عمل پر تمہیں مقرر کرے تو تم اس کو قبول نہ کرو جب تک کہ تم اس بات کا یقین نہ کر لو۔ کہ اگر تم اس کو قبول نہ کرو گے تو کوئی دوسرا آدمی اسے قبول کرے گا اور اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور جب تک تم یہ نہ معلوم کر لو کہ سلطان کا یہ کام تمہارے سپرد تمہارے علم کی بنا پر کر رہا ہے اور مجلس مناظرہ میں خوف اور ڈر سے کبھی گفتگو نہ کرو۔ کیونکہ اس سے الفاظ میں خلل واقع ہوگا اور زبان میں لکنت پیدا ہوگی اور دیکھو زیادہ ہنسی سے اپنے آپ کو بچاتے رہو کہ یہ دل کو مردہ بنا دیتی ہے اور اسی طرح عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھنے اور بات چیت کرنے سے بھی گریز کرو کیونکہ اس سے بھی دل مردہ ہو جاتے ہیں۔

اور چلتے وقت نہایت اطمینان اور سکون سے چلو۔ اور کاروبار میں جلد باز نہ بنو اور جو آدمی تمہیں پیچھے سے آواز دے کر بلائے تو اس کی طرف التفات نہ کرو کیونکہ پیچھے سے تو جانوروں کو آواز دے کر بلایا جاتا ہے (یہ تہذیب کے خلاف ہے)

اور جب تم گفتگو کرو تو چیخ و پکار مت کرو اور نہ آواز بلند کرنے کی کوشش کرو اور اپنے

جی میں سکون کی عادت ڈالو تاکہ لوگوں کے نزدیک تمہاری پختگی کا اعتماد ہو اور لوگوں کے درمیان جب تم ہو تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ لوگ تم سے سیکھ لیں اور نمازوں کے بعد اپنے لئے اوراد مقرر کرلو جن میں تم قرآن کریم پڑھو اور اللہ کا ذکر کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ جس نے تمہارے اندر صبر رکھا اور طرح طرح کی نعمتوں سے تمہیں بہرہ ور کیا اور اپنے لئے ہر مہینے میں کچھ دن مقرر کرلو۔ کہ ان میں روزے رکھو تاکہ لوگ بھی تمہاری اقتدا کریں اور عام لوگ جتنی عبادت پر قانع ہوتے ہیں اتنی عبادت پر تم ہرگز قانع نہ ہو اور نفس کی نگرانی کرتے رہو اور علم پر محافظت کرتے رہو تاکہ تم اپنے علم سے دنیا اور آخرت میں فائدہ اٹھانے والے ہو اور خود بنفس نفیس بازار سے خرید و فروخت نہ کرو۔ بلکہ اپنے لئے کوئی خادم (ملازم) رکھ لو تاکہ وہ تمہارا کاروبار کرتا رہے اور تمہیں اپنے معاملات میں اس پر اعتماد ہو۔

اور یاد رکھو صرف دنیا کی طرف نہ جھک پڑو۔ اور نہ اس حالت میں مطمئن رہو جس پر تم ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ تم سے ان تمام امور کے بارہ میں سوال کرنے والا ہے۔ اور نو خیز غلام (امرد) مت خریدو۔

اور اپنی طرف سے سلطان کا قرب مت ظاہر کرو۔ اگرچہ لوگ تمہیں سلطان کا مقرب بنائیں کیونکہ لوگ اس طرح تمہارے پاس اپنے حوائج لائیں گے اگر تم نے انہیں پورا کر دیا تو وہ لوگ تمہیں صرف آلۂ کار سمجھیں گے اور اگر ان کی ضروریات تمہاری وجہ سے پوری نہ ہوں گی تو تم پر عیب لگائیں گے اور لوگوں کی غلطیوں کے پیچھے مت پڑو۔ بلکہ ان کی ٹھیک باتوں کی پیروی کرو اور جب تمہیں کسی انسان کے بارہ میں اس کی برائی کا علم ہو جائے تو اس کا ذکر برائی سے نہ کرو۔ بلکہ اس کے لئے بہتری کے طلبگار بنو اور اچھائی سے ہی اس کا ذکر کرو۔ البتہ دین کے بارہ میں اگر تمہیں علم ہو جائے کہ اس سے خرابی پیدا ہو جائے گی تو اس کی اس برائی کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں اور اس سے محتاط رہیں۔

کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "بدکار آدمی کے اندر جو برائی ہے اس کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کے پیروکار نہ بن جائیں اور اس سے بچتے رہیں۔ اگرچہ وہ شخص جاہ و مرتبے والا کیوں نہ ہو۔ جس سے تم دین میں خلل محسوس کرتے ہو اس کا ذکر کرو اور اس کے جاہ و مرتبے کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارا معین و مددگار ہے اور دین کی امداد کرنے والا۔ جب تم ایک مرتبہ ایسا کرو گے تو لوگ تم سے ہیبت کھائیں گے اور کوئی شخص بھی دین میں کسی بدعت کے اظہار کی جراُت نہ کرے گا۔

اور جب تم سلطان سے کوئی ایسی چیز دیکھو جو علم کے موافق نہیں ہے تو اس کا ذکر سلطان سے کرو اور اس کی اطاعت بھی کرتے رہو۔ کیونکہ بادشاہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے قوی ہے۔ تم اسے یہ کہو کہ میں تمہارا مطیع ہوں ان باتوں میں جن میں تمہیں اقتدار حاصل ہے۔ لیکن میں ان باتوں کا ذکر کرتا ہوں جو علم کے موافق نہیں ہیں،

جب تم نے ایک مرتبہ ایسا کر دیا تو یہ کافی ہوگا۔ کیونکہ تم اگر مسلسل ایسا کرتے رہے تو ممکن ہے وہ تمہیں بالکل ہی الگ تھلگ کر دیں تو اس میں دین کے ضعف کا خطرہ ہے بلکہ ایک دو مرتبہ ایسا کرو تاکہ دین کے بارہ میں تمہاری جد و جہد اور امر بالمعروف کرنے پر تمہاری حرص کا پتہ لگ جائے اور اگر پھر وہ ایسا کرے تو دوبارہ اس کے پاس اکیلے اس کے گھر میں جاؤ اور اسے نصیحت کرو اور اگر وہ مبتدع ہے تو اس کے ساتھ مناظرہ کرو اور اگر وہ سلطان ہے تو اس کے سامنے جو تمہیں مستحضر ہو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیات و احادیث پیش کرو اگر وہ قبول کرلے تو بہت اچھا ورنہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ اس کی طرف سے تمہاری حفاظت فرمائے۔

اور موت کو یاد رکھو اور اپنے اساتذہ اور جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کے لئے ہمیشہ استغفار کرتے رہو۔ اور قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کرتے رہو اور متبرک مقامات اور مشائخ کی زیارت اور قبور کی زیارت کثرت سے کرو اور عوام جو خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارے سامنے پیش کریں انہیں قبول کرو۔ اور اسی طرح صالحین کے خواب مساجد منازل متبرکہ اور مقابر کے بارے میں ہو انہیں بھی قبولیت کی نگاہ سے دیکھو۔

اور اہل ہوا میں سے کسی کے پاس مت بیٹھو، ہاں اگر دین حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت منظور ہو تو پھر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی حرج نہ سمجھو۔ اور اسی طرح سبّ و شتم اور لعن و طعن سے بھی بچتے رہو۔

اور جب مؤذن اذان دے تو مسجد میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اور پڑوسی سے جو بات (عیب والی) دیکھو تو اس کی پردہ پوشی کرو، کیونکہ یہ تمہارے پاس امانت ہے۔ اور لوگوں کے اسرار مت فاش کرو۔ اور تم سے جو شخص مشورہ طلب کرے تو تم اسے ایسا مشورہ دو کہ جس میں تم یہ یقین رکھتے ہو کہ یہ تمہیں اللہ تعالےٰ کے قریب کر دے گا۔

میری یہ وصیت قبول کرو اس سے تمہیں دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور بخل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس سے انسان رسوا ہو جاتا ہے۔ لالچی اور جھوٹ بولنے والے مت بنو اور معاملات کو خلط ملط کرنے والے بھی نہ بنو۔ بلکہ اپنی مروت کو تمام معاملات میں محفوظ رکھو اور تمام حالات میں سفید لباس ہی زیب تن کرو۔ اور دل میں غنی بن کر رہو۔ اور اپنی طرف سے حرص کی کمی اور دنیا میں بے رغبتی ظاہر کرو۔ اور اپنے نفس سے استغنا کا اظہار کرتے رہو، افلاس کا اظہار مت کرو اگرچہ تم فقیر ہی کیوں نہ ہو اور باہمت بنو کیونکہ جو کم ہمت ہوتا ہے اس کی قدر و منزلت کم ہوتی ہے۔ اور راہ چلتے وقت دائیں بائیں مت التفات کرو بلکہ مسلسل سامنے زمین کی طرف ہی نگاہ رکھو اور جب حمام میں داخل ہو تو لوگوں کے ساتھ اجرت دینے میں مساوی نہ ہو بلکہ عام لوگوں سے بڑھ چڑھ کر اجرت دو تاکہ تمہاری مروّت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو۔ اس طرح وہ پھر تمہاری تعظیم کریں گے۔

اور (اپنے گھر کے) سامان کو صناع اور کاریگروں کے سپرد مت کرو۔ بلکہ اپنے طور پر خود کسی آدمی کو انکی حفاظت کے لئے مقرر کردو۔ اور پیسہ ٹکہ دینے میں کبھی ٹال مٹول مت کرو اور دراہم وغیرہ کو بھی خود مت تولو بلکہ دوسرے پر اعتماد رکھو اور دنیا کو حقیر جانو جو اہل علم کے نزدیک ہمیشہ حقیر ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ تمہارے پاس جو دولت ہے وہ دنیا سے بہتر ہے اور اپنے کاروبار کسی دوسرے کے سپرد کردو۔ تاکہ تمہیں مکمل طور پر علم کی طرف توجہ دینے کا موقعہ مل سکے۔ یہی چیز تمہارے مرتبے کو زیادہ محفوظ رکھنے والی ہے۔

اور دیکھو اپنے آپ کو مجانین کے ساتھ گفتگو کرنے سے بچاؤ اور اہل علم میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جو مناظرہ کرنا اور دلیل قائم کرنا نہیں جانتے اور وہ لوگ جو جاہ کے طلبگار ہیں اور اسی خیال سے مسائل کا ذکر لوگوں کے سامنے کرتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا ہوگا۔ اور یہ لوگ کسی طرح بھی تمہاری پرواہ نہیں کریں گے۔ اگرچہ یہ جانتے ہوں کہ تم حق پر ہو۔

اور جب بڑے لوگوں کے پاس جاؤ تو از خود ان پر بلند ہونے کی کوشش نہ کرو۔ جب تک کہ وہ خود بخود تمہیں بلند نہ کریں۔ تاکہ ان کی

باقی صفحہ ۱۴ پر

حضرت رائے پوری کا سفرِ آخرت

از جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب مدنی

ابھی حضرت مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب کا داغِ مفارقت ہرا ہی تھا کہ ایک اور دھکا لگا یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری کے ۱۴ ربیع الاول ۸۲ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بروز پنجشنبہ انتقال کر جانے کی خبر سنی۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون ۰

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطفِ طبع
عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش
صوفیئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل
شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار
تاکہ در جوفِ صدف باراں شود دُرِ عدن

اللہ تعالیٰ کی مرضی میں کسی کا کیا دخل ہے؟ کون اس کی حکمتوں سے آشنا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے، تمام کائنات پر اس کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ ہم ظاہر بین تو ظاہر کو دیکھ کر کسی فعل کو اچھا اور کسی کو بُرا کہدیتے ہیں لیکن اصلیت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ارشاد گرامی ہے :-

عسی ان تکرھوا	تم کسی چیز کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اس
شیئًا وھو خیر لکم	میں تمہارے لئے بہتری ہوتی ہے اور
وعسیٰ ان تحبوا شیئًا وھو	کسی چیز کو تم اچھا سمجھتے ہو اور وہ
شر لکم واللہ یعلم	تمہارے لئے بری ہوتی ہے (اس
وانتم لا تعلمون	حکمت اور حقیقت) کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

لہذا اس المناک حادثہ اور غم بعد الغم کو سکوت بر لب اور صبر فی القلب برداشت کرنا ہی ہے اس کے علاوہ چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ہاں اپنی شومیٔ اعمال کا بیشک تذکرہ کرتے ہیں کہ ہمارے درمیان سے ایسے ایسے حضرات اٹھتے جارہے ہیں کہ جن کے وجود کی برکت سے آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے سبزہ اگتا ہے اور جن کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے "بعض غبار آلود پریشان حال ایسے خدا کے بندے ہوتے ہیں کہ اگر وہ قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ بلا مبالغہ حضرت شاہ صاحب ان ہی بزرگوں میں سے تھے۔

حضرت شاہ صاحب اس زمانہ میں روحانیت کا آفتاب تھے کہ جس کی شعاعیں ہر ظلمت کدہ پر پڑ رہی تھیں۔ وہ ہمارے لئے ایک ایسا محفوظ قلعہ تھے کہ جس میں ہم امن و سکون کی زندگی گذار رہے تھے۔ اور بموجب حدیث شریف ایسی مقبول اور برگزیدہ ہستی تھے کہ جن کی وجہ سے بہت سے مصائب اور بلیات خود بخود چھٹ جاتے تھے۔ آج جب کہ روحانیت کے چراغ کوسوں بھی جلتے نظر نہیں آتے ہیں۔ وہ آفتاب ہمارے درمیان سے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

مختصر حالاتِ زندگی :—

حضرت شاہ صاحب کا وطن اصلی موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر آپ کا قیام اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی خانقاہ رائے پور میں رہتا تھا۔ اسی وجہ سے "رائے پوری" آپ کے نام کا جزو اصلی بن گیا۔ بلکہ اب تو کافی عرصہ سے صرف "حضرت" رائے پوری" ہی مستعمل تھا۔ عمر شریف کے بارے میں یہ تو محقق ہے کہ آپ حضرت مدنی سے بڑے تھے۔ اور ۹۰ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا ہے لیکن تاریخ پیدائش بقید یوم و ماہ معلوم ہونا دشوار ہے۔

تعلیم و تربیت کے متعلق زیادہ تفصیل سے نہیں معلوم ہوسکا۔ ہاں اتنا ضرور معلوم ہوا کہ آپ نے کچھ دنوں مدرسہ امینیہ دلی میں بھی پڑھا ہے اور بروایت صاحبِ انوار الباری مولانا احمد رضا صاحب بجنوری آپ کو حضرت علامہ کشمیری سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ (انوار الباری)

ایک ثقہ اور معتبر راوی کے ذریعے آپ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے :-

میاں اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا جو میں بچ گیا ورنہ گمراہی میں کیا کلام تھا۔ میں بریلی چلا گیا تھا اور وہاں کچھ دنوں تک پڑھا بھی۔ لیکن مولوی احمد رضا خاں اور دوسرے اہلِ بدعت کے حالات اور افعال سے سخت نفرت ہوئی اور میں وہاں سے بھاگ آیا اور میاں خیریت سے حضرت جی (مراد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری) کا دامن ہاتھ میں آگیا۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے بریلی میں بھی پڑھا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری مدظلہ کے واسطہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے کچھ دنوں مدرسی بھی کی ہے لیکن طبعی میلان سلوک کی طرف زیادہ تھا۔

لہذا اپنے زمانے کے شیخ کامل حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، حضرت شیخ الہند کی تحریک ریشمی خطوط کے خاص رکن اور اسیریٔ مالٹا کے زمانے میں ہندوستان میں آپ کے نائب تھے۔ موضع تگری (انبالہ مشرقی پنجاب) وطن تھا۔ لیکن والد صاحب (راؤ اشرف علی صاحب مسلمان راجپوت) بڑے زمیندار تھے۔ نہر گنگ (رائے پور) میں بہت کافی اراضی آپ کی ملک تھی۔ ان کی طبیعت بھی ابتدا ہی سے سلوک و تصوف کی طرف مائل تھی۔ اس لئے نہر گنگ کے کنارے ایک خانقاہ بنا کر یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ روحانیت میں بہت بلند مقام پایا تھا۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا!
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

ان ہی کے دستِ حق پرست پر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب بیعت ہوئے اور شیخ کی نظر میں معتمد خاص ٹھہرے اور ان کے منظورِ نظر ہو گئے۔ وصال کے وقت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے اپنے جسم سے کرتا اتار کر شاہ صاحب کو پہنا دیا۔ اور اجازت بیعت و خلافت عنایت فرمائی۔

ویسے تو صاحب بصیرت حضرات اور اس میدان کے شہسوار ہی حضرت شاہ صاحب کی روحانیت کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا اندازہ یہی ہے کہ روحانیت میں اپنے شیخ کے ہم پلہ تھے۔ تمام عمر اپنے شیخ کے طریقہ پر سختی سے پابند رہے۔ اتباع سنت میں کمال حاصل تھا۔ بدعت سے تو کوسوں دور رہتے تھے۔ اگر کسی فعل کے بارے میں یہ معلوم ہو گیا کہ فقہا کے نزدیک یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ پھر کیا مجال کہ کوئی خانقاہ میں اس کا مرتکب ہو جائے۔

مشائخ سے تعلق :—

اکابر اور مشائخ کا بھی عجیب طریقہ ہوتا ہے حضرت گنگوہی کے زمانہ سے سہارنپور کو مشائخ کے سنگم یا جنکشن کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ چاروں طرف سے یہاں مشائخ آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے زمانے میں حضرت شیخ الہند (دیوبند) اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب (رائے پور) جب ادھر سے گذرتے تو سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے ملاقات کر کے ضرور جاتے اور اگر وقت ہوتا تو حضرت سہارنپوری اسٹیشن پر

پہنچ جاتے۔ ویسے ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا تو ہوتا ہی رہتا تھا۔ یہی طریقہ ان حضرات کے بعد ان کے اخلاف یعنی حضرت مدنی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری کا رہا ہے۔ واہ رے کتنے وضع کے پابند تھے اور کیوں نہ ہوتے۔ آخر آپس میں الحب فی اللہ کے مصداق تھے۔ غرض و لالچ تو پاس بھی نہیں پھٹکا تھا۔ بلکہ اس کی ہوا سے بھی کوسوں دور تھے۔

زہد و تقویٰ چیست اے مرد فقیر
لا طمع بودن ز سلطان و امیر

ایک مرتبہ سیدی و شیخی و مرشدی حضرت شیخ الاسلامؒ کی معیت میں سہارنپور میں اصحاب ثلاثہ کا اجتماع دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے یہاں آم کی دعوت تھی۔ بس کیا عرض کروں۔ اس وقت یہ تینوں حضرات ایک دوسرے کو دیکھ کر کس قدر مسرور تھے؟ پھر آم کھاتے ہوئے بہت عجیب تفریح کرتے تھے۔ کہاں سے لائیں ان عجیب مجلسوں کو کہ جن کے انوار آج تک اس مردہ قلب میں محسوس ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب دیوبند تشریف لائے۔ حضرت شیخ مدنیؒ دار الحدیث میں بخاری شریف پڑھا رہے تھے۔ خبر پہنچ گئی کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ گھر انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت مدنی نے سبق ترک کر دیا۔ اور گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت کا عالم نہ پوچھئے کہ ہر سہ حضرات (حضرت مدنیؒ، حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری) فرحت و انبساط کی وجہ سے شگفتہ پھول بنے ہوئے تھے۔

تبلیغی جماعت سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ اس کی خدمات اور کارنامے سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اصاغر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہٗ امیر تبلیغی جماعت سے بہت خوش ہوتے تھے۔ اور ان کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے ایک کرمفرما نے حضرت شاہ صاحب سے میرا تعارف کرایا۔ شاہ صاحب دیر تک میرا ہاتھ مصافحہ میں تھامے رہے اور دعائیں دیتے رہے اور ایک خاص لفظ عنایت فرمایا (جس کو ظاہر کرنا خودستائی ہے) جس کے اثرات میں اب تک محسوس کر رہا ہوں ع

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ انھیں

متفرقات:

سلوک و تصوف میں حضرت شاہ صاحب پر اپنے شیخ کی طرح قادریت کا غلبہ زیادہ تھا اور عشق الٰہی میں فنا ہو گئے تھے۔ اس قدر عبادات و ریاضات کی ہیں کہ نور ہی نور تھے۔ ذکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ جسم کے ہر جوڑ سے اگر کوئی دیکھتا اور محسوس کرتا

تو اثبات و نفی محسوس کر سکتا تھا۔

مجھے اتنا زیادہ تو حاضری کا اتفاق نہیں ہوا۔ تاہم جتنا بھی موقع ملا آپ کی صحبت کو مغتنم جانا۔ آخر عمر میں بالکل معذور ہو چکے تھے۔ اپنے آپ حرکت کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود جو اوقات تھے اس پر مداومت فرماتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر باہر تشریف لانا ضروری ہی سا امر تھا۔ ہر روز شام کو عصر کی نماز کے بعد باہر بیٹھا کرتے تھے اور کسی نہ کسی کتاب کو سنا کرتے تھے۔ اس مجلس میں اپنے شیخ کی طرح حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظ سننے کا بہت شوق تھا نہایت توجہ کے ساتھ سنا کرتے تھے۔ محسوس کرنے والوں نے اس وقت کی حالت کو محسوس کیا ہے۔ اس کو کیا عرض کریں۔ ع

مبارک سو شہیدوں کا ثواب اس نیم بسمل کو

سب سے بڑا اور سب سے اہم کارنامہ جو آپ کی سوانح حیات میں لکھا جائے گا ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز حالات میں اپنی خانقاہ میں جما رہنا اور مسلمانوں کو پاکستان جانے سے روکنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مدارس میں جب تک درس و تدریس اور مساجد میں اذانیں گونجتی رہیں گی۔ اس میں انشاءاللہ ان دو حضرات (حضرت مدنیؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ) کا اجر ضرور ہوگا۔ اس وقت شاہ صاحب کا نواح سہارنپور میں مقیم رہنا بڑی ہمت اور ثابت قدمی کا کام ہے۔

طبعی طور سے آپ اپنے شیخؒ کی خانقاہ سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ابھی ایک دفعہ تو پاکستان والوں کے بے حد اصرار پر بمشکل پاکستان جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔ سامان سب تیار ہو گیا۔ لیکن جب ہندوستان کے عقیدتمندوں کو روتے دیکھا ارادہ ملتوی کر دیا اور رائے پور ہی رہ پڑے لیکن ع

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت شاہ صاحبؒ کے سب خلفاء کے متعلق تو نہیں ہے۔ البتہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اجل خلفاء میں سے ہیں۔ مولانا علی میاں کے متعلق کسی خاص تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہند اور بیرون ہند وہ جانے پہچانے، علماء اسلام میں خاص حیثیت اور مقام کے مالک ہیں۔ مولانا سے گزارش ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی کو مرتب فرمائیں۔ میرے خیال میں اس کام کو یا تو وہ انجام دے سکتے ہیں یا حضرت شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور۔ امید ہے کہ میری گزارش پر غور کیا جائیگا

دوسرے خلیفہ حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔ دیوبند کے بڑے مدرسین میں سے ہیں۔ آپ پہلے حضرت شیخ الاسلام سے بیعت تھے۔ بعد میں حضرت شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا۔ انھیں سے آپ کو اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔

بقیہ: حضرت امام اعظمؒ کی وصیتیں

طرف سے تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔

اور جب تم کسی قوم میں ہو تو نماز میں خود ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ جب تک کہ وہ خود تمہیں از راہ تعظیم آگے نہ بڑھائیں اور حمام میں بھی داخل نہ ہو سوائے دوپہر یا صبح کے اوقات کے۔ اور دفاتر میں بھی مت جاؤ اور سلاطین کے مظالم میں بھی مت حاضر ہو۔ مگر اس وقت جب تمہیں علم ہو کہ تم کوئی چیز حق کی بتاؤ گے تو وہ تمہاری بات مان لیں گے۔ کیونکہ وہ اگر ایسا فیصلہ کریں جو ناجائز ہو اور تم ان کے پاس بیٹھے رہو۔ تو بسا اوقات تم ان کے منع کرنے پر قادر نہ ہو گے۔ بجائے اقدام کے تمہارے سکوت کی وجہ سے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ یہ حق ہے۔

اور دیکھو اپنے آپ کو علم کی مجلس میں غصہ سے بچاؤ۔ اور عوام کے سامنے قصے نہ بیان کرو۔ کیونکہ قصہ گو بالعموم جھوٹ بولتے ہیں اور جب تم اہل علم میں سے کسی کے لئے علم کی مجلس مقرر کرو تو اگر فقہ کی مجلس ہو تو تم خود بخود حاضر ہو اور جو کچھ تم جانتے ہو خود اسے بیان کرو تاکہ لوگ تمہارے حاضر ہونے سے دھوکہ نہ کھا جائیں اور یہ گمان نہ کرنے لگیں وہ (اہل علم) صفت علم پر ہے۔ حالانکہ وہ اس صفت پر نہ ہو۔ پس اگر وہ فتویٰ کا اہل ہے تو اس کے سامنے فتویٰ کا ذکر کرو۔ اور اگر وہ اس کا اہل نہ ہو۔ تو تم خود مت وہاں بیٹھو تاکہ وہ تمہارے سامنے درس دیتا رہے۔ بلکہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اس کے پاس چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ وہ تمہیں اس کے حالات سے اور اس کے کلام کی کیفیت سے اور اس کے علم کی مقدار سے باخبر کرے اور تم خود مجالس ذکر یا مجلس وعظ میں اپنے اس مرتبے اور تزکیے کے ساتھ مت جاؤ بلکہ اپنے اہل محلہ کو اور ان عوام کو جن پر تم اعتماد رکھتے ہو۔ ان کو متوجہ کر دو۔

اور خطبہ کا معاملہ نکاح میں اپنے علاقہ کے خطیب کے سپرد کر دو۔ اور اسی طرح نماز جنازہ اور عیدین کی نماز میں بھی۔

اور دیکھو مجھے اپنی نیک دعاؤں میں کبھی فراموش نہ کرنا۔ اور میری طرف سے اس نصیحت کو قبول کرو۔ یہ نصیحت تمہاری بہتری اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں۔"

گاہے گاہے باز خواں ......

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی مرحوم

از حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی پاکستان

شہیدِ عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا گزرتے ہیں
خدا موت دے سب کو ہم اس مرنے پہ مرتے ہیں

ایک عارف ربانی کا مقولہ ہے کہ بہت سے زندہ آدمی ایسے ہیں کہ ان کے ذکر سے دلوں میں قساوت اور ظلمت پیدا ہوتی ہے اور بہت سے مردے ایسے ہیں کہ اُن کے ذکر سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ اس وقت جس مسافرِ آخرت کا ذکر لکھا جاتا ہے بلاشبہ یہ بھی انھیں مردوں میں داخل ہیں یہ بزرگ ولی اللہ نہ علماء کے طبقہ میں شہرت رکھتے تھے، نہ صوفیا میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ان کا نشان بتلانے کے لئے بھی تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے۔

خلیفہ بشیر احمد صاحب دیوبندی وحجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانئ دارالعلوم دیوبند کے مخصوص مریدین و متوسلین میں سے تھے۔ مولانا محمد نعیم صاحب ان کے فرزند ارجمند ہیں۔ میرے والدِ ماجد کے چچا زاد بھائی ہونے کی حیثیت سے میرے چچا ہوتے تھے۔ عمر میں مجھ سے کم تھے اور چند کتابیں میرے سامنے کھولنے کی وجہ سے وہ اپنے کو میرا شاگرد سمجھتے اور کہتے تھے لیکن خداوند سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو حقیقی علم اور عملی کمالات اُن کو دیئے تھے وُہ ہمیشہ میرے لئے غبطہ کا سبب ہوتے تھے۔ آخرین لمحۂ حیات میں جو حالات انھیں پیش آئے اُن کو دیکھ کر بڑوں بڑوں کو غبطہ ہوتا ہے۔ اس مسافرِ آخرت کی موت و حیات درحقیقت ایک مؤثر وعظ ہے۔ اسی لئے اس کے بعض اجزاء قلم بند کئے گئے۔

آپ غالباً ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند کے نصابِ تعلیم سے اعلیٰ کامیابی کے ساتھ فارغ ہوئے اور چونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اس جماعت کے ساتھ ملحق فرمایا جن کے متعلق ارشاد ہے:۔

انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار — ہم نے ان کو ایک مخصوص فضیلت کے ساتھ خاص کر دیا ہے یعنی آخرت کی یاد

اسی لئے زمانہ طالب علمی میں ہی علم کے ساتھ عمل کا شوق اُن کی ہر حرکت سے ظاہر ہوتا تھا اس زمانہ میں علوم عربیہ کے عظیم الشان مشغلہ کے ساتھ قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ اور عالمِ جید ہونے سے پہلے جید حافظ ہو گئے اور فارغ ہونے کے بعد دن رات کا مشغلہ قرآن کریم تھا۔ تجوید حاصل کرنے کے لیئے مراد آباد کا سفر کیا۔ ایک مدت تک وہاں رہ کر اس فن کی تکمیل کی۔

غالباً ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں عربی مدرس کی حیثیت سے علوم عربیہ کی خدمت کرنے لگے۔ ۱۳۵۶ھ کے شعبان میں مدرسہ کی تعطیل پر وطن آئے تو معلوم ہؤا کہ عرصہ سے حرارتِ خفیف وغیرہ میں مبتلا تھے۔ علاج شروع ہؤا، طاقت روز بروز جواب دے رہی تھی مگر تمام نمازیں یہاں تک کہ تراویح برابر مسجد میں حاضر ہو کر ادا کرتے۔

اوائل ذی قعدہ میں جب بالکل ہی چلنے سے عاجز ہو گئے اور طبیبوں نے چلنے کی مشقت سے بتاکید روکا تو گھر میں نماز پڑھنی شروع کی۔ گھر میں رہ کر ذکر و تلاوت کی اور فرصت مل گئی اس حالت میں تقریباً سترہ روز گذرے ۱۸ ذیقعدہ یوم جمعہ کی صبح کو احقر حاضر ہؤا تو رات بھر کی بے چینی اور بے خوابی سے سخت تکلیف تھی مگر مجھ سے کہا الحمدللہ طبیعت اچھی ہے کچھ سینے میں سوزش ہے۔ طبیب ڈاکٹر جو اس وقت آئے ہوئے تھے سب نے حالت نازک بتلائی۔ احقر سے ہمیشہ اس کے خواہشمند ہوتے تھے کہ کوئی چیز پڑھنے کیلئے بتا دوں۔ میں نے اس وقت کہا کہ جس وقت سکون ہو اور طبیعت چاہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھا کرو۔ عصر کے قریب بار بار متلی ہونے لگی کہ اتنی فرصت نہ ملتی تھی کہ جس میں نماز ادا کر لیں۔ مجھے بلا کر مسئلہ پوچھا کہ میں اس وقت معذورین کے حکم میں داخل ہوں یا نہیں۔ میں نے اطمینان دلایا کہ تم معذور ہو اسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہو۔ اس وقت تک وہ اسی عالم کے مشاہدہ میں تھے اور ارادہ کیا کہ متلی سے کچھ سکون ہو تو نماز ادا کروں۔ لیکن اتنی ہی دیر میں دوسرے عالم کا مشاہدہ ہونے لگا۔ بعد نماز مغرب جو احقر پہنچا تو حاضرین نے بیان کیا کہ کچھ دیر سے حواس میں اختلال ہے اور ہذیان کی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن احقر داخل ہؤا تو اچھی طرح پہچان کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ میرے سر پہ ہاتھ رکھ دو اور دعا پڑھ دو۔ اور حضرت میاں صاحب (سیدی وسندی حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دامت برکاتہم محدث دارالعلوم دیوبند) سے میرا سلام کہہ دیجئے اس کے بعد ہی شیطان رجیم سے مناظرہ شروع ہؤا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک اس کا سلسلہ احقر کی موجودگی میں جاری رہا۔ اسی سلسلہ میں مجھے خطاب کر کے کہا کہ یہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کر رہا ہے

اب معلوم ہوا کہ حاضرین جس کلام کو ہذیان سمجھ رہے تھے وہ بھی اس مردود کے ساتھ خطاب تھا مرحوم کی ہمشیرہ جو پاس موجود تھی اور دوسرے بہت سے مرد و عورت جو پاس تھے ان کا بیان ہے کہ مغرب سے پہلے کچھ دیر (جو جمعہ کے روز بہت سی روایات و آثار کے اعتبار سے قبولیت دُعا کی گھڑی ہے اوّل مختصر سی وصیت اپنی دو دن کی قضا شدہ نمازوں کے متعلق کی۔ اور پھر گڑگڑا کر تضرع و زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا شروع کی کہ "اے پروردگار میں بہت بدعمل و روسیاہ ہوں۔ ساری عمر معاصی و غفلت میں گذاری ہے۔ میں تجھے کس طرح مُنہ دکھاؤں لیکن تیرا ہی ارشاد ہے سبقت رحمتی علی غضبی یعنی تیری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جاتی ہے۔ اس لئے میں تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں" یہ تضرع و زاری کی دُعا اس شان سے ہوئی کہ عام حاضرین پر رقت طاری تھی۔ دُعاء کا سلسلہ ختم نہ ہؤا تھا کہ باآوازِ بلند کہا کہ میں تیمم کروں گا۔ ہمشیرہ نے مٹی کا ڈھیلا سامنے کر دیا۔ تیمم کرتے ہی کہنا شروع کیا کہ مردود تجھے اب بتلاؤں گا تو مجھے حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرنا چاہتا ہے۔ میں کبھی مایوس نہیں ہوں۔ مجھے اس کی رحمت سے بہت بڑی اُمیدیں ہیں۔ اس کی رحمت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ میں ضرور جنّت میں جاؤں گا تو ایک موٹی سی کتاب لے کر اس وقت مجھے بہکانے آیا ہے۔ خبیث تجھے اسلئے یہ جرأت ہوئی کہ میں سترہ روز سے مسجد میں نہیں گیا مگر میری غیر حاضری خُدا کے حکم سے تھی۔

اس کے بعد آیت کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ تک پڑھی اور آگے وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ پڑھنا چاہتے تھے کہ زبان کو لکنت ہُوئی تو پھر بہت زور سے بار بار پڑھا وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ، وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور شیطان سے خطاب کر کے کہا کہ مردود تو یہ بھلانا چاہتا ہے میں اس کو نہیں بھول سکتا۔ یہ آیت مجھے حضرت میاں صاحب سلمہ نے بتلائی اور مولوی محمد شفیع صاحب نے بتلائی ہے اور پھر بار بار بلند آواز سے اس جملہ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ کو پڑھا کہ کمرہ گونج اُٹھا۔ یہ باتیں میرے پہنچنے سے پہلے پہلے ہو

آفتاب نبوت

(۴)

جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد پسروری

پادری کا سوال

ہمارے خداوند یسوع کی شان تمہارے نبی سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمارے خداوند یسوع آسمانوں پر بیٹھے ہیں اور تمہارے نبی تو زمین میں مدفون ہیں۔

سوال کا جواب پادری صاحب اگر ذرا غور کرتے تو یہ اعتراض زبان پر نہ لاتے آسمانوں پر تو ہمارے نبی بھی تشریف لے گئے تھے۔ جیسا آیت شریف ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی الآیۃ میں مذکور ہے۔ لیکن آپ جلدی واپس تشریف لائے تاکہ مسیح نے جو فرمایا تھا (وہ اب تک تمہارے ساتھ رہے گا) پورا ہو۔

چوتھی پیشین گوئی

حضرت مسیح کی شہادت ثالث

اس کے بعد تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰)

اس مقام میں حضرت مسیح نے آنے والے نبی کا نام (دنیا کا سردار) فرمایا ہے۔

ہمارے نبی دنیا کے سردار تھے

اہل عرب اپنے ملک کو عرب اور اس کے علاوہ تمام ممالک کو عجم کہتے ہیں۔ تو گویا تمام روئے زمین کے دو حصے ہوئے ایک حصے کا نام عرب اور دوسرے کا نام عجم ہوا ہمارے پیغمبرؐ کا اسم مبارک (سَیِّدُ الْعَرَبِ وَالْعَجَم) بھی ہے جس کا معنی عرب اور عجم کا سردار یا دوسرے لفظوں میں دنیا کا سردار ہوتا ہے نبی اور رسول اپنی امت کے بادشاہ اور سردار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم تمام قوم بنی اسرائیل کے بادشاہ اور سردار تھے حضرت سید المرسلین نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت چونکہ جمیع اقوام عالم کی طرف تھی جیسا قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ ترجمہ۔ ہم نے تجھے اے محمد دنیا کے تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قولہ تعالیٰ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ ترجمہ۔ بہت برکت والا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن شریف اتارا تاکہ وہ محمد تمام مخلوقات کو (جن و انس) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے۔ جب آپؐ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ تو آپؐ دنیا کے سردار ہوئے۔ اور حضرت مسیح کی بشارت پوری ہوئی۔

پانچویں پیشین گوئی

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا۔ تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ سے ۱۲) اس میں چند الفاظ قابل غور ہیں۔

۱۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ مددگار سے روح القدس مراد لینا غلط ہے۔ کیونکہ روح القدس تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے (وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ)

سچائی کا روح آئے گا۔

۲۔ سبحان اللہ آپ ایسے سچے تھے کہ دشمنانِ اسلام اور مشرکین مکہ بھی آپ کو صادق (سچ بولنے والا) مانتے تھے۔

۳۔ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔

قرآن کریم میں آپؐ کے اس وصف کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔ (اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) خلاصہ۔ اے محمدؐ بیشک تو سچے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے

۴۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ وصف موجود تھا۔ مواہب لدنیہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت کی اونٹنی گم ہو گئی کفار نے کہا۔ کہ محمدؐ کو اپنی اونٹنی کا تو پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ اور آسمان کی خبریں تبلاتا ہے۔

یہ خبر سنکر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بیشک میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور مجھے علم نہیں۔ مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہی کہتا ہوں اب مجھے بتایا گیا ہے کہ فلاں درخت کے ساتھ اپنی رسی سے اونٹنی بندھی ہوئی کھڑی ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کی یہ وصف اس طرح بیان فرمائی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ ترجمہ اپنی خواہش سے وہ (محمدؐ) کلام نہیں کرتا مگر وحی کی جاتی ہے اس کی طرف۔ (۵) اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ امی تھے۔ لیکن قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا۔ سب کچھ بیان فرما دیا۔ چند ایک پیشین گوئیاں بطور نمونہ تحریر کی جاتی ہیں۔

پہلی پیشین گوئی

۱۔ جنگ خندق میں صحابہ کرام کے سامنے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا۔ جس کے توڑنے سے وہ عاجز آ گئے۔ آخر سب مل کر اپنے آقا نامدار کے دربار میں جا کر عرض کی۔ حضرت واقعہ سن کر موقعہ پر تشریف فرما ہوئے بِسْمِ اللہ پڑھ کر اپنا ہتھیار پتھر پہ مارا اور اس کا ایک حصہ جدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اَللہُ اَکْبَرُ ملک شام کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں۔ پھر دوسری دفعہ پتھر کا دوسرا ٹکڑا الگ کیا۔ اور فرمایا اَللہُ اَکْبَرُ فارس کے ملک کی چابیاں مجھے دی گئیں پھر تیسری دفعہ فرمایا اَللہُ اَکْبَرُ یمن کے ملک کی چابیاں ہمیں دی گئیں ہیں

دوسری پیشین گوئی

آپ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے خصوصیت کا سلام ہوگا اور تجارت کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ عورت بھی اپنے مرد کا اس میں ہاتھ بٹلائے گی (احمد بن حنبل جلد اول ص ۴۱۹ مطبوعہ مصر)

کیا آج تجارت کا بازار گرم نہیں۔ یا عورتیں تجارت نہیں کرتیں موجودہ وقت میں جو تجارت کو کمال ہے ایسا نہ پہلے تھا۔ نہ آئندہ ہوگا۔ برما افریقہ اور انگلستان میں عورتیں ہزاروں لاکھوں روپوں کی تجارت کرتی ہیں۔ اور موجودہ وقت میں عموماً دستور ہے کہ اپنے احباب کا نام لے کر سلام دیتے ہیں۔ یہی سلام خصوصیت کا ہے۔

تیسری پیشین گوئی

مکہ شریف میں ایک دفعہ آپؐ پہاڑ ثبیر پر تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت امیر عمرؓ اور حضرت امیر عثمانؓ بھی تھے کہ دفعتاً پہاڑ کو جنبش ہوئی آپ نے فرمایا اے "ثبیر" ٹھہر جا کہ تیری پشت پر ایک پیغمبرؐ ایک صدیقؓ اور دو شہید ہیں۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف، پیغمبرؐ اور صدیقؓ کو تو سب جانتے تھے۔ لیکن حضرت امیر عمرؓ اور حضرت امیر عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ دو شہید کون تھے۔ ایسی ہزاروں پیشین گوئیاں آپ نے فرمائیں۔ اور وہ پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان کا اس چھوٹے سے رسالے میں جمع کرنا مشکل ہے اور خلاف مقصود بھی ہے۔

چھٹی پیشین گوئی دربارہ

رسالتِ حضرت سرکار مدینہؐ

یسعیاہ نبی کی شہادت

۱۔ دیکھو یہ میرا بندہ ہے۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں اپنا روح اس پر ڈالونگا۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔ وہ چلائے گا۔ نہ جھگڑا کرے گا نہ شور۔ اور نہ بازاروں میں اس کی کوئی آواز سنے گا۔ اس کا زوال نہ ہوگا۔ اور نہ مسلا جائیگا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ انجیل متی باب ۱۲ آیت ۱۷۔ ۲۰ یسعیاہ باب ۴۲۔ آیت ۲۔ ۴)

۱ یوں تو سب انسان خدا کے بندے ہیں۔ لیکن اللہ تعالے نے حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن پاک کی مختلف آیتوں میں اپنا عَبد (اپنا بندہ) فرمایا۔ سبحان الذی اسری بعبدہٖ ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ ترجمہ: اتارا کتاب کو اپنے بندے پر

۲ ہمارے پیغمبرؐ کا اسم مبارک مستند اور معتبر کتابوں میں مصطفےٰ اور مجتبےٰ بھی آیا ہے جن کا معنی ہے برگزیدہ اور چنا ہوا۔

۳ قرآن کریم کی تمام آیتیں اس امر پر دال ہیں۔ کہ رسول عربیؐ اللہ تعالے کے محبوب ہیں۔ ایک دفعہ کفار مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ پر اللہ میاں ناراض ہوگئے ہیں۔ دیکھو ایک دو دن ہوئے ہیں۔ کہ فرشتہ کا نزول بند ہوگیا۔ تو حضرتؐ اس تقریر کو سن کر ذرا پریشان ہوئے۔ فوراً آیت شریف آئی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ترجمہ: نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ بیزار ہوا ہے۔ دوسری آیت میں آتا ہے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ الآیۃ ترجمہ: اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو۔

۴ آپ پر وحی اترتی تھی۔ تمام قرآن پاک اس مضمون کی دلیل ہے اور دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمان اس امر کے شاہد ہیں۔

۵ آپ عدل و انصاف کی تعلیم فرماتے تھے۔ دیکھو ارشاد ہوتا ہے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ترجمہ: اے لوگو انصاف کرو اس واسطے کہ وہ پرہیزگاری کی طرف پہنچانے والا ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ترجمہ: اور کسی قوم کی عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ترجمہ: اے لوگو انصاف اور عدالت پر قائم رہو۔ اگرچہ اپنا یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا نقصان بھی ہو۔

غرض قرآن کریم کی بہت سی آیاتوں میں عدل و انصاف کی نہایت سخت تاکید کی گئی ہے۔ آپ تمام لوگوں سے اَعْدَلُ (بہت انصاف پسند اور بڑے عادل تھے) (احیاء العلوم مصری صفحہ ۳۱۵ کتاب آداب المعیشۃ و اخلاق النبوۃ

۶۔۷ نہ چلائے گا نہ جھگڑا کرے گا نہ شور اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنے گا"

حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چلا کر کلام نہیں فرماتے تھے اور کسی امر میں جھگڑا اور شور نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ صلح اور امن کے حامی جنگ و جدال شور و غل سے کنارہ کشی فرماتے تھے۔ بازاروں میں آپ بلند آواز سے کلام نہیں فرماتے تھے۔ (احیاء العلوم مصری جزو ثانی صفحہ ۳۲۱ باب بیان جملۃ اخری من آدابہ و خلقہ) میں جناب کے اوصاف حمیدہ میں اس طرح مکتوب ہے۔ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيظٌ وَلَا صَخَّابٌ فِي الْأَسْوَاقِ ترجمہ: حضرت محمدؐ نہ سخت دل ہیں اور نہ سخت کلام فرماتے ہیں اور نہ بازاروں میں آواز بلند فرماتے ہیں۔

نمبر ۸ "اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے

حضرت محمدؐ ایسے نازک وقت میں دنیا کے اندر مسند نبوت و تخت رسالت پر جلوہ افروز ہوئے کہ جس وقت تمام اطراف عالم میں شرک و بت پرستی کی گھٹا ٹوپ گھٹاؤں نے صفحۂ دنیا کو شب دیجور (اندھیری رات) سے بھی زیادہ تاریک بنا رکھا تھا جہالت اور ضلالت کے طوفان نے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے جواہرہ کو صفحۂ عالم سے نیست و نابود کر دیا تھا۔

قتل اور غارت، زناکاری، شراب خوری دختر کشی وغیرہ بدترین امور کو بہترین کام

(بقیہ صفحہ ۱۴ سے آگے) بقیہ حمایت باز خواہ صفحہ ۱۵ سے آگے

چکی تھیں جن کو حاضرین نے اختلال حواس سمجھا تھا۔ مگر میرے پہنچنے پر اچھی طرح پہچان کر خوش ہوئے اور دُعا کی درخواست اور حضرت میاں صاحب مدظلہم کو سلام عرض کرنے کی وصیت وغیرہ سے صاف ظاہر ہوا۔ اُس وقت بھی اختلال حواس نہ تھا۔ بلکہ عدو اللہ ابلیس لعین کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کر رہے تھے۔ چنانچہ میرے حاضر ہونے کے بعد مجھ سے کہا کہ یہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کر رہا ہے۔ میں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی تلقین کی تو بلند آواز سے اس کو پڑھا اور کہا کہ خبیث اب تجھے بتلاؤں گا۔ تو مجھے بہکانے آیا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ میرے دل میں گڑا ہوا ہے۔ اللہ اللہ میری رگ رگ میں بسا ہوا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو اس کو پڑھ کر کہا کہ آگے کیوں نہیں کہتے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

منہ سے خون کی قے جاری تھی۔ اور جب اس سے ذرا فرصت ملتی تو کبھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پورا پورا باآواز بلند پڑھتے تھے اور کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور کبھی لا الٰہ الا انت سبحانک الآیۃ۔ اور کبھی شیطان سے خطاب کرکے کہتے کہ خبیث تو گیا نہیں۔ کبھی مجھ سے خطاب کرکے کہتے کہ اس کو ماروں؟ اس کو نکال دوں؟

اس وقت اس چھ ماہ کی مدت کے مریض کی حالت یہ تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب کشتی لڑنے کو کھڑا ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ کہا کہ تو نے سمجھا ہوگا کہ یہ نازک وقت ہے اس وقت بہکا دوں۔ دیکھ اب میرے بدن میں حرارت آگئی ہے۔ میں اب تجھے بتلاؤں گا۔ اس کے بعد کہا کہ یہ بہت سے آدمی کھڑے ہیں (وہاں سامنے کھڑے ہونیوالے تو صرف دو تھے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نظر آئے پھر غالباً فرشتوں سے خطاب کرکے کہا کہ بس اب تو اللہ میاں کے یہاں لے چلو۔

الغرض اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ عشاء کے بعد تک جاری رہا جس میں بار بار پورا کلمہ طیبہ پڑھتے رہے۔ بالآخر ساڑھے نو بجے شب کو اس مسافر آخرت نے اپنی منزل طے کر لی۔

حق تعالیٰ پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس ولی اللہ کی برکات سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین!

یہ ایک موت ہے کہ ہزاروں حیات اس پر قربان ہیں۔ حق تعالے ہم سب کو اور عام مسلمانوں کو حسن خاتمہ کی دولت سے مشرف فرمائے۔ آمین!

بقیہ: مجلس ذکر

نے ان کا کھانا کھلانے سے محفوظ رکھا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ عالم دین کا دنیادار کے دروازے پر جانا دین کی توہین ہے اور دنیا دار کا عالم کے پاس آنا اس کی عزت ہے جو دنیادار کے مال و دولت سے اعراض کرے گا۔ دنیا اس کے پیچھے لگے گی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو زہد و تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ متقی و زاہد وہ ہے جو گناہ پر قدرت رکھنے کے باوجود گناہ سے بچتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اس پر قابو پائے۔

کسی شخص نے حضرت عبد اللہ بن مبارک کو زاہد کہہ کر پکارا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ زاہد تو عمر بن عبد العزیزؒ تھے۔ کہ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے دنیا گو آپ کے قدموں میں تھی۔ لیکن آپ نے اس سے کوئی حصہ نہ لیا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو زاہد و متقی بنائے اور سب کا خاتمہ ایمان کامل پہ کرے اور بزرگان دین کے نقش قدم پہ چل کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

فضائل درود شریف (صفحہ ۹ سے آگے)

درود کے الفاظ

بعض صحابۂ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ ہم حضورؐ پہ درود کس طرح بھیجیں؟ تو حضورؐ نے ان کو درود ابراہیمی تعلیم فرمایا تھا جو نماز کے اندر پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی حدیث شریف میں ایک مختصر اور اس کے قریب قریب درود تعلیم فرمایا گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ: اے میرے اللہ! نبیؐ اُمّی حضرت محمدؐ پہ اور آپ کی ازواج مطہرات اُمّہات المومنین پہ اور آپ کی نسل اور آپ کے گھر والوں پہ رحمتیں نازل کر جیسا کہ تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے پر، تو لائق حمد ہے اور صاحب مجد ہے۔

جب بھی ہم حضورؐ کا اسم گرامی نام نامی لیں اور آپ کا ذکر کریں یا دوسرے سے سنیں تو آپؐ پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے اور ایسے موقع پر صلی اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی ہے۔

درود شریف بطور وظیفہ بعض ذوق والے اور صاحب ہمت بندے تو روزانہ کئی کئی ہزار بار درود شریف کا معمول رکھتے ہیں لیکن ہم جیسے کم ہمت لوگ اگر صبح و شام انتہائی محبت اور عظمت اور عاجزی کے ساتھ سو سو بار درود شریف پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ بہت کچھ پائیں گے اور اُن کے حال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شفقتیں ہوں گی کہ جن کا اندازہ عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔ سب سے زیادہ مختصر درود شریف یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین

بقیہ: آفتاب نبوت (صفحہ ۱ سے آگے)

میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایسے وقت میں بغیر امداد الٰہی کے کوئی مددگار اور غمگسار نہ تھا۔ جمیع اقوام عالم کو توحید کی طرف دعوت ۔۔۔ اور اس وقت دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب کہ خود اللہ تعالےٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ ترجمہ: (آج دین تمہارا مکمل ہو چکا ہے) کے زریں الفاظ کے ذریعے سے کامیابی کا مژدہ سنا دیا۔ (باقی آئندہ)

بچوں کا صفحہ

فضائلِ دُرود شریف

حافظ قاری فیوض الرحمٰن
جامع مسجد حویلیاں
"ہزارہ"

درود شریف بھی دراصل ایک دُعا ہے جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسان ہم پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انھوں نے سخت سے سخت تکالیف برداشت کیں۔ ہزارہا دُکھ اور الم برداشت کیے جانی و مالی ہر طرح کی خدمات پیش فرمائیں جس کی وجہ سے دینِ اسلام ہم تک پہنچا ہے۔ اگر وہ اللہ کے راستے میں اِن مصائب سے دوچار نہ ہوتے تو ہرگز یہ دینِ حق ہم کو نصیب نہ ہوتا اور کفر و شرک کی تاریکیوں میں پڑے رہ جاتے اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جانے کے سبب ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہتے الغرض دین و ایمان کی دولت دُنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت ہے اور یہ ہم کو حضورؐ کے طفیل ملی ہے۔ اِس لیے خدا کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن آپؐ ہیں۔ ہم آپ کے اِس احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔ بس زیادہ سے زیادہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے حق میں دعا کریں اور اِس طرح اپنی نیاز مندی و شکرگزاری کا ثبوت دیں۔

ہماری جانب سے حضورؐ کی شان کے لائق دُعا یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور آپ کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند کرے —— بس اِسی قِسم کی دعا کا نام دُرود شریف ہے۔

قرآنِ کریم نے بڑے عجیب انداز سے ہم کو اِس کا حُکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ ۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اپنے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم اُن پر دُرود بھیجو اور سلام عرض کرو۔

اِس آیت میں اوّلاً تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کا خود اعزاز و اکرام فرماتا ہے اور ان پر رحمت و شفقت فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں کا برتاؤ بھی یہی ہے کہ وہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے بعد مومنوں کو حُکم دیا گیا ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ سے حضورؐ پر رحمتیں نازل کرنے کی استدعا کرو اور سلام بھیجو۔ گویا ہمیں حکم دینے سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ جس کام کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے۔ وُہ ہمیں خصوصیت سے محبوب ہے اور فرشتوں کا بھی خاص مشغلہ ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کون ایسا شخص ہوگا جو اپنے آپ کو مُسلمان بھی کہتا ہو اور دُرود شریف کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔ دُرود شریف کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں جن میں چند ایک درج ذیل کی جا رہی ہے:

(۱) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا۔

یعنی جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرود شریف بھیجا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ "اُس کی دس خطائیں بھی معاف کر دی جاتی ہیں اور دس درجے بھی بلند کر دیے جاتے ہیں"۔

(۲) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ہیں جن کا خاص کام یہی ہے کہ وُہ زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو اُمتی مجھ پر درود و سلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں"۔ سبحان اللہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ ہم تو دُرود و سلام یہاں پڑھیں اور فرشتے حضورؐ کو پہنچائیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کریں کہ آپ کے فلاں اُمتی کی طرف سے تحفہ ہے۔ اُس دربار میں اُمتیوں کا بھی ذکر ہو جاتا ہے، کتنے نصیبے کی بات ہے کہ حضورؐ کے دربار میں ہم جیسوں کا نام آ جائے۔

(۳) فرمایا: "قیامت میں مجھ سے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ دُرود شریف بھیجتا ہوگا"۔

(۴) رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اِذَا ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ ترجمہ: اُس شخص

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ احادیثِ رسولؐ

اِنّی لاَ نکسار الدھر یجبر صدعہ
فاثنت علیہ السنٌ و عوارف

آئے اور ایک شکستہ حال زمانے کی اصلاح کرنے کے لیے آئے۔ اس لیے زبانِ خلق اور بخشش آپ کی ثنا خواں ہے۔

اِذا رام امرًا لا یکون خلافہ
و لیس لذالک الامر فی الکون صارف

جب آپ کسی بات کا عزم کر لیتے ہیں تو پھر اس کا خلاف نہیں ہوتا اور نہ عالم میں اس سے کوئی مانع نظر آتا ہے۔

قطعہ تاریخِ وفاتِ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ

نوّر اللہ مرقدہٗ

صرصرِ لامذہبیّت چوں وزید | ہر کرا بینی بمذہب غادر است
اندریں عصر آں ولی اللہ بود | لاجرم از غیب چیزے نادر است
شیخ عبدالقادرِ ثانی کہ بود | واردِ دُنیا بجنّت صادر است
گر ہمی پرسند گو سالِ وصال | "ارتحالِ شیخ عبدالقادر است"

۱۹۶۲

از مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶



پاک و ہند کے جید علمائے کرام کا مصدقہ

قرآن عزیز مجلد

مترجم و محشّٰی

مرتبہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

• ہر سورۃ کا عنوان • ہر رکوع کے شروع میں خلاصہ اور ماخذ • ربط آیات

ھدیہ:- مجلد پارچہ چھ روپے - محصول ڈاک دو روپے - کاغذ مکینیکل نیوز

(رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجیں)

قرآن مجید (سندھی ترجمہ)

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

شائع ہو گیا ہے

ہدیہ فی جلد سات روپے ڈاک خرچ دو روپے کل نو روپے - پیشگی بھیج کر طلب کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

مجلس ذکر کے مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ آپ ان مضامین کے عنوانات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ کتاب میں کیا درج ہے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے وہ خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے پانچ حصے ہیں ہر ایک حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے مکمل سیٹ کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ مبلغ ایک روپیہ (چھٹا حصہ زیر طبع ہے)

خاص خاص مضامین کی فہرست

حصہ اوّل	حصہ دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم	حصہ پنجم
• ذکر الٰہی کی خاصیتیں	• تقویٰ اور زہد میں فرق	• آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔	• فیض کیا چیز ہے	• ریا- سمعہ
• ذکر الٰہی کی تاثیر	• عالم وحدت اور عالم کثرت		• کامل کی صحبت	• باطن کی اصلاح کے بغیر صحیح طریقہ سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔
• موت محمود	• انسان کی روحانی تربیت		• تزکیہ کی برکات	

ملنے کا پتہ: شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸